هفت روزہ

خدام الدین

لاہور

(بیادگار)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۸ جنوری ۱۹۶۳ء

مرکز مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور [illegible]

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ ۔

(رواہ الخمسۃ الا ابوداؤد)

ترجمہ:- حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص اس وقت تک پورا پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی بات پسند نہ کرنے لگے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔

(بخاری ومسلم وغیرہ)

تشریح:- کہنے کو تو یہ مختصر سی بات ہے۔ لیکن اس پر عمل کی توفیق اس وقت تک میسر نہیں آ سکتی جب تک کہ انسان کا ایمان کامل نہ ہو جائے۔ یہ صفت انسانی کمالات کی ایک معراج ہے اور اس کی دلیل ہے کہ اب اس کا نفس پورے طور پر مدارج تہذیب طے کر چکا ہے۔ اس میں خود غرضی اور طمع کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہا۔ اسی کے لئے تمام ریاضات و مجاہدات کئے جاتے ہیں اور یہی شریعت کے اوامر و نواہی کا بلند مقصد ہے۔ غالباً صوفیائے کرام اسی کو مرتبۂ فنا سے تعبیر کرتے ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ یہ صفت بھی فنا کے اثرات میں ایک اثر ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ عَنِّیْ ھٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِھِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِھِنَّ قُلْتُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰہُ لَکَ تَکُنْ اَغْنَی النَّاسِ وَ اَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُؤْمِنًا وَ اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُکْثِرِ الضَّحِکَ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الضَّحِکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ۔

(رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

ترجمہ:- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے ایسا شخص جو ان باتوں پر خود عمل کرے یا کم از کم ان لوگوں ہی کو بتا دے جو ان پر عمل کریں۔ میں بولا یا رسول اللہؐ! میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پانچ باتیں شمار کرائیں۔ فرمایا حرام باتوں سے دور رہنا بڑے عبادت گذار بندے شمار ہو گے۔ اللہ تعالےٰ جو تمہاری تقدیر میں لکھ چکا ہے اس پر راضی رہنا، بڑے بے نیازوں میں ہو جاؤ گے۔ اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرتے رہنا مومن بن جاؤ گے اور جو بات اپنے لئے چاہتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا، کامل مسلمان بن جاؤ گے اور بہت قہقہے نہ لگانا کیونکہ یہ دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔

(مسند احمد۔ ترمذی)

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَفْضَلِ الْاِیْمَانِ قَالَ اَنْ تُحِبَّ لِلّٰہِ وَ تُبْغِضَ لِلّٰہِ وَ تُعْمِلَ لِسَانَکَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ قَالَ وَ مَاذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَ اَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ وَ تَکْرَہَ لَھُمْ مَا تَکْرَہُ لِنَفْسِکَ

(رواہ احمد)

ترجمہ:- معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ایمان کے متعلق دریافت کیا جو بہتر سے بہتر ہو۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھنا اور اپنی زبان کو ہمہ وقت یاد الٰہی میں لگائے رکھنا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہؐ! اور کیا عمل بہتر ہے۔ فرمایا جو اپنے لئے پسند کرنا وہی سب کے لئے پسند کرنا اور جو اپنے لئے برا سمجھنا وہی سب کے لئے برا سمجھنا۔

(مسند احمد)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحَاسِنُھُمْ اَخْلَاقًا اَلْمُوَطَّؤُوْنَ اَکْنَافًا لَا یَبْلُغُ عَبْدٌ حَقِیْقَۃَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ وَحَتّٰی یَاْمَنَ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

(اخرجہ ابن عساکر وفیہ کوثر بن حکیم متروک لکن لہ شواھد بلغہ مرتبۃ الحسن)

ترجمہ:- ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمام مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے سب سے افضل مومن وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر ایک کے سامنے متواضع اور جھکنے والے ہیں۔ کوئی شخص ایمان کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ سب کے لئے وہی بات پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے مامون نہ ہو جائے۔

(ابن عساکر)

تشریح:- اپنے نفس اور عام مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھنا درحقیقت نصح اور خیرخواہی کا سب سے بڑا جز ہے۔ یہ صفت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ سینہ حسد، بغض، کینہ اور ہر قسم کے کھوٹ سے پاک وصاف ہو جائے۔ گویا اس ایک ہی صفت کا ظہور بہت سے کمالات کے ثبوت اور بہت سے عیوب کے ازالہ کا محتاج ہے۔ اسی لئے اس صفت کو ایمان کی حقیقت، جنت کے لئے موقوف علیہ، کمال ایمانی کا معیار اور آپ کی وصیت میں جزو اہم قرار دیا گیا ہے۔ یہ مختلف الفاظ نہیں بلکہ متعدد حقیقتیں ہیں جو اسی ایک صفت میں پنہاں ہیں۔

عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَسِیْدٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّ الْجَنَّۃَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَحِبَّ لِاَخِیْکَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ

(اخرجہ البخاری فی التاریخ الکبیر و اصحاب السنن الاربعۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی فی الشعب وھو فی المسند لاحمد ایضا کما فی الجامع)

ترجمہ:- یزید بن اسید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تم کو جنت پسند ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اچھا۔ جو بات اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کیا کرو۔

(مسند احمد، تاریخ کبیر، سنن اربعہ، طبرانی، حاکم، بیہقی)

محکمہ تعلیم و محکمہ جیل خانہ جات سے منظور شدہ

خدام الدین (لاہور)

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ ۱۸ جنوری ۱۹۶۳ء | شمارہ ۴۷

شرح چندہ

پاکستان — و — ہندوستان

سالانہ	۱۱ روپے
ششماہی	۶ روپے
سہ ماہی	۳ روپے

فی پرچہ ۲۵ پیسے



سعودی عرب
کویت
ایران
افریقہ
ملایا
ہانگ کانگ
انگلینڈ

سالانہ چندہ

عام ڈاک سے ۸۷ ۱۸ روپے
ہوائی ڈاک سے ۵۴ ″
امریکہ عام ڈاک سے ۲۴ ″
ہوائی ڈاک ۸۰ ۸۳ روپے

نوٹ

بیرونی ممالک کے لئے چھ ماہ سے کم میعاد کیلئے پرچہ جاری نہیں کیا جائیگا

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ
۲۰ جنوری ۱۹۶۳ء کو نوسرشر فوراً راولپنڈی تشریف لارہے ہیں۔
پروگرام حسب ذیل ہے
ظہر تا عصر تقریر
عصر تا مغرب — بیعت
مغرب تا عشاء — مجلس ذکر
(حاجی بشیر احمد صاحب

دِل زِ پُر گفتن بمیرد در بدن

مذکورہ مصرعہ ایک بہت بڑے صوفی شاعر اور کامل ولی اللہ کی کاوشِ طبع کا نتیجہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مقدسہ کی روشنی میں دل کے متعلق صوفیاء کا نظریہ، قارئینِ خدام الدین سے پوشیدہ نہیں — دل تمام اعضائے جسم میں مرکزی مقام رکھتا ہے۔ جسم میں اس کی حیثیت وہی ہے۔ جو برقی رَو کو بجلی کے ہنڈے میں حاصل ہے۔ اگر (current) لہر آرہی ہے۔ تو قمقمہ روشن ہے۔ اور اگر بجلی نہیں تو روشنی غائب اور ہنڈا قطعی بے نور ہوگا۔ بعینہٖ اسی طرح انسان کی زندگی کا چراغ خواہ وہ مادی زندگی ہو۔ یا روحانیت کی ابدی زندگی، قلب کی حیات ہی سے جلتا ہے — دل زندہ ہے تو زندگانی قائم ہے، دل مرگیا تو قصہ تمام ہوا۔ اصل میں زندگی تو عبارت ہی دل کے جینے سے ہے ؎

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے۔ تیرے جینے سے

بہرحال بات واضح ہے کہ جس طرح اس مادی حیاتِ چند روزہ کا وجود حرکتِ قلب پر موقوف ہے۔ اسی طرح روح کی ابدی زندگی بھی دل کے زندہ ہونے کے ساتھ وابستہ ہے — خواجہ عطار فرماتے ہیں کہ زیادہ باتیں کرنے سے دل مُردہ ہو جاتا ہے گفتگو اگر دُرِ عدن سے زیادہ قیمتی ہو۔ تو پھر بھی اس کی طوالت سے پرہیز لازم ہے۔ دِل یادِ الٰہی اور ذِکر خداوندی سے زندہ ہوتا ہے چنانچہ حکیم کائنات، مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ذاکر کی مثال زندہ کی ہے۔ اور یادِ خداوندی سے غافل مردہ ہے

اب مذہبی اعتبار سے قطع نظر عام حالات میں.... اگر دنیوی اعتبار سے بھی دیکھا جائے۔ تو فضول باتوں اور خوش گپیوں میں وقت اڑاتا کوئی اچھی عادت نہیں —

تجربہ سے ثابت ہے کہ کم گو اور خاموش قومیں کام زیادہ کرتی ہیں۔ جو انرجی ان کی بولنے میں خرچ ہوتی ہے۔ اُسے کام میں صرف کرتی ہیں، شور و غوغا اور قیل و قال غپاڑہ ان کی زندگی سے ہی خارج ہوتا ہے۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا فلسفہ کام — صرف کام، محنت اور جفاکشی اور وقت کے ساتھ وفاداری نظر آئے گا

ظاہر ہے ایک وقت میں صرف ایک کام ہوگا — یا عمل ہوگا۔ یا باتیں — بیک وقت دو کام ہو ہی نہیں سکتے

انگریز قوم کو دیکھیے ہر وقت اُس پر خاموشی کا سکتہ پڑا رہتا ہے، بازاروں میں خاموشی، بسوں اور ریلوں میں خاموشی — ہر سمت خاموشی کی حکمرانی ہوگی — دورانِ سفر جیسے دیکھیے یوں معلوم ہوگا۔ کہ حیوانِ ناطق کے بجائے حیوانِ ساکت سفر کر رہے ہیں۔ بازاروں میں نیچی نگاہ کئے خاموشی سے ہزاروں اشخاص گذر جائیں گے لیکن کوئی ہنگامہ نہ ہوگا — یہی حال دیگر ترقی یافتہ اقوام کا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں بولنا، گپیں ہانکنا، کافی ہاؤس میں چھوٹی سے چھوٹی اخباری خبر سے لے کر بڑے سے بڑے ملکی مسئلے پر اپنی رائے ظاہر کرنا، شیخیاں بگھارنا، تقریریں کرنا، لیکچر دینا، عوام تو عوام خواص تک کی زندگی کا جزو لاینفک بن چکا ہے — دیگر ممالک میں ٹھوس کام ہوتے ہیں۔ یہاں ہوائی باتوں سے قلعے سر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مجسٹریٹ صاحب باتوں میں مصروف ہوئے تو لوگ کھڑے منہ دیکھتے رہیں گے۔ کہ کب عدالت گفتگو سے فارغ ہو۔ اور ہمارا مقدمہ طے پائے ڈاکٹروں کو دیکھیے کہ کسی دوست سے گفتگو میں لگ گئے تو مریض پڑے کراہ رہے ہیں۔ لیکن ان کے کان پر جوں تک نہ رینگے گی

دیگر اداروں اور دفتری محکموں میں گھوم جائیے۔ جدھر دیکھو باتوں کی کھاتے نظر آئیں گے — الا ماشاء اللہ

حالانکہ اسلام کی تعلیم اس کے سراسر برخلاف ہے اسلام فضول گفتگو کو دل کی موت قرار دیتا ہے اور اس سے بڑھ کر انسان کی بدبختی اور ہلاکت کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کا دل مردہ ہو جائے

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین

مجلس ذکر

مورخہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۶۳ء ۱۲ شعبان المعظم بروز جمعرات سنہ ۱۳۸۲ھ

عمل کی ضرورت

از شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی

مرتبہ ——— خالد سلیم

پہلی جمعرات کو مجلس ذکر کے بعد مجلس قرأت کا اہتمام بھی کیا گیا تھا ۔کئی قراء حضرات نے حضرت مولانا قاری عبدالوہاب صاحب مکی شیخ القراء مدرسہ کریمیہ اور قاری عبدالماجد صاحب خلف الرشید امام القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی قرآن عزیز کی تلاوت سے شرکائے مجلس کو محظوظ فرمایا ۔آئندہ کے لئے ہر دو حضرات نے وعدہ فرمایا کہ وہ ہر عربی مہینہ کی پہلی جمعرات کو مجلس میں شریک ہوا کریں گے اور اس کے بعد باقاعدہ تلاوت آیات کا دور ہوا کرے گا ۔ چنانچہ رمضان المبارک کے بعد پہلی جمعرات کو دوبارہ مجلس قرأت ہو گی ——— ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اللہ تعالےٰ کا احسان و فضل ہے ۔ کہ ہم مجلس ذکر میں خالصتاً اللہ تعالےٰ ہی کے لئے حاضر ہو کر یاد الٰہی کرتے ہیں حضرتؒ ہر جمعرات کو اصلاح حال کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور فرمایا کرتے تھے ۔ میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں ——— چنانچہ گذشتہ کئی جمعراتوں سے فضائل ذکر کے متعلق عرض کرتا رہا ہوں ۔ آج کل ایک طبقہ ایسا نکل آیا ہے جس کو روحانی امراض کا سرے سے بالکل علم نہیں، قرآنی تعلیمات اور احادیث نبویہ کی بالکل خبر نہیں، کبھی کسی عالم ربانی کی صحبت میں بیٹھ کر قرآن و حدیث کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ۔ وہ آج ذکر اللہ کرنے کو محض ایک ڈھونگ اور وقت کا ضائع کرنا سمجھتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ کہ یہ اللہ اللہ کرنے کا طریقہ تسبیح ہاتھ میں لے کر ذکر الٰہی کرنا قرآن میں کہاں آتا ہے ۔ اگر ان مغرب زدہ مسلمانوں نے قرآن و حدیث کو کسی عالم کی صحبت میں بیٹھ کر سمجھا ہوتا ۔ اور لغت کے ذریعے قرآن کے ترجمہ پر ہی اکتفا نہ کیا ہوتا ۔ تو ایسے سوالات اُن کے ذہن میں کبھی نہ آتے ۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نماز، روزہ اور دوسری ضروری عبادات اور معاملات کے ساتھ ذکر اللہ کرنے کی تلقین بھی فرماتا ہے ۔ اور اس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے ۔ اس کے متعلق گذشتہ جمعراتوں میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں اب دوہرانے کی ضرورت نہیں،

قرآن مجید میں پہلے ہی پارے میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے ۔ یُؤمِنُونَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ ۔ کہ ایماندار اور متقی و پرہیزگار لوگ وہ ہیں ۔ جو ایمان لاتے ہیں ۔ اس پر جو آپؐ پر نازل ہوا ۔ اس آیت کی رُو سے قرآن و حدیث دونوں پر ایمان لانا فرض ہے اگر ہم حدیث کو چھوڑ دیں گے ۔ تو قرآنی تعلیمات کا ہمیں بالکل پتہ بھی نہ چلے گا اور یہ بھی خبر نہ ہو گی کہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہؓ کرام نے کس طرح قرآن کے مطابق اپنی زندگی گزاری ۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ۔ اقیموا الصلوٰۃ نماز قائم کرو ۔ اب نماز قائم کرنے کا طریقہ، حضورؐ کی زندگی اور ان کے عملی نمونے سے ہی معلوم ہو گا ۔ اور اس کے لئے حدیث کی اشد ضرورت ہے ۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے منکر حدیث منکر قرآن ہے ۔ منکر قرآن خارج از اسلام ہے ۔ یعنی بے ایمان ہے ۔

آج میں شب برات کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں ۔ لیکن اس سے پہلے، آپ یہ چیز سمجھ لیں کہ ہم میں جتنا کمی کس چیز کی ہے ۔ ہر سال آپ شب برات کی فضیلت و احکامات کے متعلق بہترین تقریریں اور وعظ سنتے ہیں ۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ دراصل ہم میں نہ علم کی کمی ہے ۔ نہ تقریر کی کمی ہے ۔ اگر کمی ہے تو صرف عمل کی کمی ہے ۔ آج ہم بڑی بڑی تقریریں اور وعظ سنتے ہیں ۔ لیکن سننے تک ہی محدود رکھتے ہیں ۔ انہیں عمل میں نہیں لاتے

یاد رکھئے اگر آپ کا ہر جمعرات کو مجلس ذکر میں آنا اور بیٹھنا صرف سننے تک ہی محدود ہے ۔ تو پھر یہ سارا وقت بیکار ہے ۔ حضرتؒ کی مجلس میں آنے کا اثر ہی یہ ہوتا ہے ۔ کہ انسان عمل کا پیکر اور سپاہی بن جاتا ہے ——— برائیوں سے اُسے نفرت ہو جاتی ہے اصل بات یہ ہے ۔ کہ خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے

حضرت ہر حال میں کامل تھے ۔ علم و عمل میں مکمل صاحب کردار اور صاحب عمل تھے ۔ اُن کے پاس بیٹھنے سے اللہ کا خوف اور اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی تھی ۔ حضرتؒ کی صحبت میں بیٹھنے والے ۔ انگریز کے دشمن بن گئے قرآن اور اسلام سے محبت کرنے لگے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلنے لگے ۔

ہزاروں مثالیں آپ کو ایسی ملیں گی ۔ کہ حضرتؒ کی صحبت میں بیٹھنے سے ان کی کایا پلٹ گئی ۔ اُن میں ایک مثال چوہدری عبدالرحمٰن، ایم اے ایل ایل بی علیگ کی ہے ۔ آپ نے ایک دن بھی وکالت نہیں کی ۔ حکومت پاکستان کے گزیٹڈ افسر رہے ہیں ۔ انڈر سیکرٹری کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے ہیں ۔ لیکن شکل و صورت سے درویش معلوم ہوتے ہیں ۔ یہ حضرت کی صحبت کا اثر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک مجھ سے اپنے والدین، بیوی بچوں اور دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ، محبت نہ کرنے لگے، حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ مجھ سے محبت نہ کرنے لگے ۔

اب آپ حضرات اور میں اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھیں ۔ کہ ہم کس درجے

خطبۂ یوم الجمعہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ بطابق ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۶۳ء

آخرت کی پونجی اعمالِ صالحہ ہیں

دولت و ثروت اور حسب و نسب وہاں کام نہ آئے گا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۵ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۵ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی ۵ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ۵ فَاِنَّ الْجَنَّةَ ھِیَ الْمَاْوٰی ۵ (النازعات)

(ترجمہ)

سو جس نے سرکشی کی - اور دُنیا کی زندگی کو ترجیح دی - سو بے شک اس کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہے اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا - اور اس نے اپنے نفس کو بُری خواہش سے روکا - سو بے شک اس کا ٹھکانا، بہشت ہی ہے۔

حاصل

۱- دنیا میں اللہ کی نافرمانی کرنے والے لوگوں اور سرکشی و طغیان کی زندگی اختیار کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

۲- دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے بھی جہنم میں جائیں گے

۳- اللہ سے ڈرنے والے جنت میں جائیں گے۔

۴- جو شخص نفس کی خواہش پر نہ چلے، اسے قابو میں رکھے اور احکام الٰہی کے تابع بنائے - تو اس کا ٹھکانا جنت کے سوا کہیں نہیں

دنیا اور آخرت

بزرگانِ محترم! آپ جانتے ہیں کہ جہان دو ہی ہیں - دنیا اور آخرت موجودہ زندگی اس جہان کی زندگی ہے - اور ایک زندگی موت کے بعد پیش آنے والی ہے - جسے جہانِ آخرت یا عاقبت کی زندگی کہتے ہیں - آخرت پر یقین اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے — جو لوگ آخرت اور عاقبت پر یقین نہیں رکھتے - اور یہ کہتے ہیں ؎

یاں تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

وہ ایمان سے عاری ہیں - اور ایمان کی ہوا ابھی انہیں نصیب نہیں ہوئی یہ عقیدہ خدا کے فرستادہ تمام پیغمبروں کا متفقہ عقیدہ ہے - اور باور کیجیئے اگر آخرت نہ ہوتی، تو دنیا بھی نہ ہوتی

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

اصل میں یہ دنیا پیدا ہی آخرت کے لئے کی گئی ہے - جو یہاں بوؤگے وہ وہاں کاٹوگے - جیسے عمل کروگے ویسی جزا پاؤگے - احکام الٰہی کی پیروی کروگے - پیغمبر کی بات اور پیغمبر کی سنت پر بلا چون و چرا عمل پیرا ہوگے - خوف خدا اور جہان آخرت کو سامنے رکھ کر زندگی گزاروگے تو اپنی عاقبت سنوار لوگے — اگر کتاب و سنت سے منہ موڑ دوگے، اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کروگے، خواہشات نفس کا اتباع کروگے - تو اپنی عاقبت بگاڑ لوگے - اور ابدی گھاٹے میں رہوگے۔

جہان آخرت پر شہادت

محترم حضرات! اس دنیا میں کئی ایسی چیزیں ہیں - جو ہماری عقل میں نہیں آسکتیں —

لیکن ہم دلائل و براہین کی روشنی میں اُن کا قیاس کرتے ہیں - بعض چیزیں ہم نے نہیں دیکھیں - لیکن چند آدمیوں کے شہادت دینے پر ہم تسلیم کر لیتے ہیں - کہ شے موجود ہے — اور اگر گواہ، دیانتدار، ثقہ اور شک و شبہ سے بالا ہوں تو محیر العقول چیزیں بھی مان لینے پر دل و دماغ مجبور ہو جاتے ہیں - جہاں تک آخرت کا تعلق ہے یہ جہان ہماری نظروں سے اگرچہ اوجھل ہے لیکن اس کی موجودگی پر کائنات انسانی کے اعلیٰ و اشرف اور مخلوق خداوندی میں سب سے بالا و برتر گواہ موجود ہیں - جن کے کردار کا یہ عالم ہے کہ وہ معصوم ہیں - جن کی ہر حرکت پر حفاظت خداوندی کا پہرہ ہے - جن سے بڑھ کر سچے، پاکباز، با اخلاق، امانتدار اور حق گو خدا کی ساری مخلوق میں پیدا نہیں ہوئے — پھر وہ ایک دو چار دس نہیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش اسی قدر ہیں - وہ نفوس قدسیہ مختلف اوقات میں، مختلف ادوار میں یکے بعد دیگرے آکر اسی امر کی شہادت دیتے رہے - کہ آخرت کا جہان ہے - انسان کی زندگی اسی دنیا میں ختم نہیں ہو جاتی، اس کے بعد بھی زندگی ہے - اور جزا کا معاملہ پیش آنے والا ہے — پھر کیا وجہ ہے - کہ ہم اپنے ایسے ناقص گواہوں اور اخبارات کے بیانات یا سائنسدانوں کے مشاہدات پر تو بعض ایسی باتیں جو ہماری عقل سے باہر ہیں وہ بھی تسلیم کر لیں لیکن خدا کے فرستادہ اور پاکباز پیغمبروں اور اولو العزم ہادیانِ دین کی بات کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھیں

اس سے بڑھ کر انسان کے ایمان کی جان کنی کیا ہو سکتی ہے، کہ وہ پیغمبر کی بات میں شک کرے اور اُسے عقل کے ترازو میں تولنے کی کوشش کرے۔

حضرات

یاد رکھیئے پیغمبر کی بات کو

چون و چرا بغیر کسی شک و شبہ کے اور حیل و حجت کے ماننا ہی اصل ایمان ہے ۔

عقل کی کم مائیگی کا ثبوت

اس دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف چیزوں کا ادراک بعض اوقات قطعی طور پر ہم نہیں کر سکتے حالانکہ وہ آگے پیش آنے والی اور یقینی ہوتی ہیں ۔۔۔ مثال کے طور پر ماں کے شکم میں بچے کی خوراک جب گندہ خون ہوتا ہے ۔۔ اور وہ گندگی میں لپٹا ہوا ہوتا ہے ۔ اُسے کیا خبر کہ اُسے ایک نئی دنیا میں جانا، اور دودھ ایسی نعمت سے لطف اندوز ہونا ہے ۔۔۔ اُس کی ساری کائنات شکم مادر ہی ہے اُسے موجودہ جہان کی کوئی خبر نہیں ہوتی ۔۔۔ شکم مادر سے باہر آتے ہی ماں کی چھاتیوں میں پیدا شدہ دودھ اس کی خوراک بن جاتا ہے اور اب اُس کی کائنات سوائے آغوش مادر اور شیر مادر کے کوئی اور نہیں ہوتی ۔۔ اور اب حال اُس کا یہ ہوتا ہے کہ

سوائے شیر کوئی اور بات کیا جانے

اس زندگی میں جب کہ اس کی عقل کی رسائی صرف شیر مادر اور آغوش مادر تک محدود ہے ۔ اُسے کیا خبر کہ ایک اور جہان بھی سامنے ہے جس میں طرح طرح کے کھانے اور انواع و اقسام کی نعمتیں اُسے کھانا پڑیں گی ۔۔ باغات، سمندر، پہاڑ اور قدرت کے کئی عجائبات اُس کے مشاہدے میں آئیں گے، پھل پھول، چشموں اور دیگر مناظر قدرت سے اُسے لطف اٹھانے کا موقع ملے گا

ماں کی گود میں اور اس کے بعد چند سالوں تک یہ چیزیں اس کے تصور میں بھی نہیں آسکتیں ۔ کیونکہ وہ اپنی اُسی دنیا میں مست ہوتا ہے ۔ آج ہم موجودہ زندگی میں بعینہٖ اسی طرح بدمست ہیں ۔ ہماری نگاہ آغوش مادر میں کھیلنے والے بچے کی طرح اس دنیا سے آگے جاتی ہی نہیں ۔ ہماری فکر اور سوچ اسی دنیا اس کے متعلقات اور اس کے لذائذ میں ڈوبی ہوئی ہے ۔ اس سے باہر نکل کر ہم سوچ ہی نہیں سکتے ۔

یقین جانیئے

جس طرح شکم مادر کے بعد ایک اور جہان سے سابقہ پڑنے والا تھا ۔ اور ایام طفولیت میں ہمیں اس جہان کا ادراک کرنا مشکل تھا اگرچہ اب ہم تمام چیزیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور ان کے ہونے میں ہمیں کوئی شک و شبہ نہیں ۔ اسی طرح اس جہان کے بعد جہان آخرت بھی ہے ۔ اگرچہ ہم اُسے دیکھنے کی طاقت ہم اپنے اندر نہیں رکھتے ۔۔۔

جس طرح بچے کو کوئی بڑا اور جہاندیدہ شخص بچپن میں بھی آنے والی کی خبریں دے سکتا ہے اسی طرح اس جہاں میں ہمیں اگلے جہان کی خبریں دینے والے اللہ کے رسول مبعوث ہوئے ۔ انہوں نے حکم خداوندی سے اُس جہان کی خبر دی ۔ اور اب ہمارا ایمان ہے ۔ کہ وہ جہان یعنی آخرت، کا جہان موجود ہے ۔ اور ہمیں اُس سے بہر حال سابقہ پڑنے والا ہے ۔

محترم حضرات

اگر یہ بنیادی بات ہماری سمجھ میں آجائے کہ انبیاء علیہم السلام کی بات کو بلا حیل و حجت بغیر کسی سوچ بچار کے مان لینا چاہیئے، اور اسی میں خیر اور ہماری نجات کا راز مضمر ہے ۔ تو دین پر عمل آسان ہو جائے گا ۔ اور انسان، فکر آخرت میں لگ کر فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہو گا ۔۔۔

اس دنیا کی قیمتی چیزیں

اس دنیا میں مال و دولت کی قدر ہے ۔ سونا، چاندی اور اسی قسم کی اشیاء یہاں کی قیمتی چیزیں ہیں ۔ سب کو ان کی احتیاج ہے مال و دولت والا شخص اس دنیا میں بلا تمیز مذہب و ملت اور بلا اعتبار حسب و نسب امیر اور معزز سمجھا جاتا ہے ۔ بڑے بڑے سید اور اچھے خاندان والے لوگ مفلس ہیں ۔۔ بھیک مانگتے ہیں ۔۔ دست سوال دراز کرتے ہیں، نوکریاں کرتے ہیں ۔ لیکن اُن کے مقابلے میں وہ لوگ جو ذات کے اعتبار سے ادنیٰ سمجھے جاتے ہیں ۔ اور کبھی اونچے خاندان سے بھی تعلق نہیں رکھتے ۔ دولت مند ہونے کے باعث آقا اور مالک بنے بیٹھے ہیں ۔ حسب و نسب خاندان کسی کام نہیں آتے، رنگ و نسل، ملت وطنیت کسی چیز کا کوئی امتیاز نہیں، صرف دولت و ثروت کی قدر ہے ۔ اور یہی اس دنیا میں کام دیتی ہے ۔

جہان آخرت کی متاع

جس طرح دنیا میں کام آنے والی چیز دولت ہے ۔ اسی طرح آخرت میں کام آنے والی بھی ایک ہی چیز ہے وہاں حسب و نسب، دولت و ثروت بڑائی اونچائی ۔ کسی کام نہ آئے گی ۔۔ وہاں انسان کی متاع، اعمال صالحہ ہوں گے ۔ انہی کے باعث انسان وہاں معزز و محترم ہو گا ۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ
اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝

قیامت کے دن کوئی مال و دولت
اپنے بیگانے، خویش و اقارب
حسب و نسب کسی کام نہ آئیں گے ۔۔

؎ بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

وہاں صرف اعمال صالحہ کام آئیں گے جس کے پاس یہ پونجی نہ ہو گی ۔ ذلیل و خوار ہو گا ۔ خواہ دنیا میں کیسا ہی محترم اور باوقار تھا

اعمال صالحہ کی تعریف

ہر وہ عمل جو ایمان باللہ اور یوم آخرت پر ایمان کے تقاضہ سے پیغمبر خدا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سرزد ہو وہ عمل صالح ہے ۔

حضور کا ارشاد گرامی

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ

میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ

مرتبہ:- مولانا خدا بخش ملتانی مدظلہ

روح کی غذا

(شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز)

(۲)

اے ایمان والو

اللہ کا ذکر خوب کرو۔ اس کی تعریف بیان کرو۔ اس کی رحمتیں تم پر صبح و شام برستی........ رہتی ہیں۔ تم اندھیروں سے نکل جاؤ ناپاکیوں سے نکل جاؤ، خرابیوں سے پاک ہو جاؤ ایمان والوں پر اللہ کے بہت بڑے احسانات ہیں، اُن کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں، قیامت میں ایمان والوں کے لئے بہت بڑا اجر ہے بہت بڑا مرتبہ ہے۔ بہت بڑا اعزاز ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے سلام کیا جائے گا۔ فرشتے تمہیں سلام کریں گے۔ سلام کریں گے۔ سلام ہر کس و ناکس کو نہیں کیا جاتا۔ بڑوں کو سلام کیا جاتا ہے، بزرگوں اور نیکوں کو سلام کیا جائے گا۔ جس وقت وہاں ملاقات ہوگی۔ ایمانداروں کی تو آپس میں بھی سلام ہوگا۔ اور خطاب ہوگا تمہارے لئے بہت معزز اجر ہے مسلمانو! ذکر کرو اللہ کا، عبادت کرو اللہ کی، اس معزز اجر کو حاصل کرنے کے لئے صبح و شام کوشش کرو۔ اللہ کی یاد کرو، غفلت چھوڑ دو، للہ غفلت چھوڑ دو، غفلت کے پاس بھی نہ جاؤ۔

ذکر اللہ کا حکم

اللہ نے ذکر کا حکم دیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ذکر کرو دل سے یہ نہیں فرمایا کہ ذکر کرو روح سے، بلکہ ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح انسان کے جسم کے اعضا ہیں۔ اسی طرح رُوح کے بھی اعضاء ہیں، جاننے والے، جانتے ہیں۔ کہ جسم کے اعضاء کیا ہیں بہت سارے اعضائے جسم نظر آتے ہیں، آپ کو بہت سارے اعضاء نظر نہیں آتے، کیونکہ جسم کے اندر ہوتے ہیں۔ جراح ان کو بھی جانتے ہیں کیونکہ انہیں دیکھنے کے موقع حاصل رہتے ہیں۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ

روح کے اعضاء

اسی طرح رُوح کے بھی اعضا ہیں — سب نہیں جانتے، مگر جاننے والے جانتے ہیں۔ جس طرح دل ایک عضو ہے۔ اخفا بھی ایک عضو ہے اللہ کا ذکر اخفا سے ہو۔ خفی ہو یا جلی اللہ نے ذکر کرنے کو کہا ہے۔ یہ نہیں کہا۔ کہ کھڑے رہ کر کرو یا بیٹھ کر کرو۔ بلکہ جس طرح چاہو کرو۔ مگر ذکر کرو۔

ذکر کیلئے قید نہیں

نماز کے لئے کہا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھئے۔ اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو، بیٹھ کر پڑھیئے۔ اگر بیٹھ کر بھی پوری طرح رکوع و سجود کی ادائیگی نہ ہو سکے۔ تو اشارے سے پڑھیئے۔ اگر بیٹھنا بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھیئے — یہ پابندیاں ہیں، اور یہ شرائط ہیں نماز کی۔ مگر ذکر کے لئے اجازت دے دی گئی ہے کہ تم جس طرح چاہو کرو کوئی قید نہیں لگائی۔ نماز کے لئے وضو شرط ہے۔ نماز کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ کھلا نہ ہو۔ ورنہ نماز نہیں ہو گی۔ ذکر کے لئے کوئی قید نہیں

ذکر کی کوئی تعداد متعین نہیں

نماز کے لئے وقت مقرر ہے اگر سورج نکل رہا ہو، سر پر ہو یا ڈوب رہا ہو۔ تو نماز نہیں ہوتی۔ مگر ذکر کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں فرض نمازوں کے لئے رکعتوں کا تعین ہے۔ اتنی رکعتیں صبح کی اتنی ظہر کی اور اتنی عصر و مغرب اور عشاء کی۔ سنتوں کے لئے رکعتوں کا تعین ہے۔ اور پھر سنن و فرائض میں تقدیم وتاخیر کا لحاظ بھی احسن ہے۔ مگر ذکر اللہ کے لئے ایسی کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔ تعداد کی کوئی قید نہیں۔ ہزار بار کرو، لاکھ بار کرو۔ ذکر کی عام اجازت ہے جس قدر بھی ہو ذکر کرو

ذاکر کا مرتبہ

آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سب سے زیادہ افضل اور برتر کون ہو گا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کا ذکر زیادہ کرنے والے ہوں گے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ذکر اللہ میں رہتے تھے کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور ہنستے نہیں تھے اللہ کا خوف ہمیشہ دامن گیر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ اے لوگوں میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اگر تم اتنا جانتے۔ جتنا میں جانتا ہوں تو تم نہ ہنستے اور نہ اپنی عورتوں سے لذت پکڑتے۔ تم جنگل میں نکل جاتے۔ مسلمانو! اللہ کے ذکر سے بڑھ کر اللہ کے عذاب سے بچانے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے اللہ سے ڈرو۔ خوف الٰہی کے تقاضے جس نے پورے کئے۔ اس نے گویا اپنی عاقبت سنوار لی۔ جس نے عاقبت سنوار لی وہی عقلمند ہے اور فائدہ میں ہے بندوں پر اللہ تعالےٰ کے احسانات بے انتہا ہیں۔ مالک حقیقی کی کس قدر عنایت ہم پر ہے۔ کہ اُس نے ہمیں نوازا۔ ہم گندگی سے بنے۔ گندے نطفے سے ہماری پیدائش ہوئی لیکن ہم پر اللہ کی عنایات ہیں — باوجود اتنے انعامات کے ہم اس کی طرف سے غافل ہیں۔ اللہ نے ایسے بیش بہا انعامات دئے — کہ اگر صرف ایک نعمت کی، قیمت دنیا کے خزانوں سے لگائیں تو بھی قیمت پوری نہ ہو۔ باوجود ان عنایتوں کے ہم کس قدر کوتاہی کرتے

والے ہیں۔ بال بچوں کی فکر ہے۔ کمائی کی فکر ہے۔ دنیا کی طلب ہی لیکن ذکر اللہ نہیں کرتے۔ یاد رکھو! یاد رکھو جب ہم ذکر کرتے ہیں اللہ کا، تو اللہ ذکر کرتا ہے فرشتوں میں ذاکر کا۔ یہ ہے اعزاز ذاکر کا، اور یہ کس قدر بڑی بات ہے۔ کہ مالک اپنے بندے کا ذکر کرے۔ اور اس پر فخر کرے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے جب تک بندہ اللہ کی یاد میں رہے گا۔ تب تک بندہ کے ساتھ اللہ کی معیت ہوتی ہے۔

بعض بے وقوف کہتے ہیں۔ کہ زبانی ذکر سے کیا فائدہ؟ ایسا کہنے والے بڑے نادان ہوتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب تک بندے کے ہونٹ اللہ کے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں۔ اللہ بندے کے ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کا محاورہ ہے پرواہ نہ کر میں تیرے ساتھ ہوں۔ اسی طرح زبان سے اللہ کا ذکر کرنے والے کو کسی کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ اس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ زبانی ذکر کرنے سے فائدہ نہیں۔ میرے بھائیو وہ بڑے بے وقوف ہیں۔ ان کی غلط باتوں میں گرفتار نہ ہو جانا۔ بلکہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا۔ اللہ کو جب اس کا بندہ پکارتا ہے۔ تو مالک جواب دیتا ہے۔

میرے بھائیو! اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے۔ کہ غلام اپنے آقا کو اور اپنے مالک کو پکارے۔ تو مالک جواب دے۔ بندہ ایک قدم مالک کی طرف بڑھتا ہے تو مالک بھی اس کی طرف بڑھتا ہے۔ بندہ چلتا ہے تو مالک کی رحمت اس کی طرف دوڑ کر پہنچتی ہے۔ اس لئے بزرگو! اللہ کو یاد کرتے رہو مالک کو پکارتے رہو ...... تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔ انسان ناشکرا ہے۔

میرے بزرگو! بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ بعض لوگ چند روز ذکر کر کے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ کہتے ہیں کچھ نظر نہیں آتا، کچھ معلوم نہیں ہوا، کوئی کرامت نہیں ہوئی۔ یہ بڑے نادان ہیں، بہت ہی بڑے نادان، انسان پر اللہ کا جس قدر احسان ہے کسی مخلوق پر نہیں۔ وہ احسن تقویم ہے انسانؑ کی تخلیق کے مضمون کے لئے، اللہ نے چار قسمیں کھائی ہیں

لے قسم ہے انجیر کی، اور زیتون کی، اور طور سینین کی، اور اس امن والے شہر کی۔ کہ ہم نے انسان کو اچھی سے اچھی صورت پر بنایا۔
(والتین آیات ۱ تا ۴)

جو درجہ انسان کو دیا۔ نہ سورج کو دیا نہ چاند کو، نہ جمادات کو نہ نباتات کو مگر انسان اس قدر نمک حرام ہے۔ کہ اس کی نظیر نہیں۔ تم کو کان دیئے آنکھیں دیں اور تم دنیا کے خزانے خرچ کرنے والے ہو۔ زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم میں اتنی طاقت نہیں تھی۔ کہ مکھی یا مچھر کو اپنے قبضہ میں لاتے۔ تم پر مالک کے کتنے احسانات ہیں۔ کہ تمہارے لئے ہر چیز مسخر کر دی گئی۔ بکری گائے، بھینس وغیرہ کو مسخر کر دیا۔ چاند اور سورج کو مسخر کر کے ان پر فرشتوں کو مقرر فرما دیا۔ رات دن اپنے کام میں یہ مصروف رہتے ہیں۔ اور اے انسانو! تم اس طرح محفوظ ہو کہ اگر تمہاری حفاظت نہ کی جاتی۔ تو جنات اور شیاطین تم پر چھا جاتے۔ تمہیں اچک لیتے۔ حشرات الارض تمہیں چیٹ کر

(باقی صــ۱۶ پر)

دربار رسولؐ کے فیصلے

محمد امین بورسٹل جیل لاہور

حضورؐ کی جوانی کا زمانہ ہے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی ہے۔ اور حجر اسود رکھنے پر تمام قبائل میں نفاق پڑ جاتا ہے۔ ہر قبیلہ چاہتا ہے۔ کہ یہ سعادت اُسے نصیب ہو۔ کوئی بھی اس سعادت سے دست کش نہیں ہونا چاہتا۔ اس پر تمام قبائل میں جوش و خروش بڑھ جاتا ہے۔ اور ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ کہیں اسی تقریب پر جنگ شروع نہ ہو جائے آخر کار سب قبائل اس بات پر متفق ہوتے ہیں۔ کہ اگلے روز صبح سویرے جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے۔ اس کا فیصلہ تمام قبائل تسلیم کریں اللہ تعالےٰ کی قدرت دیکھئے۔ کہ اس روز صبح کو سب لوگوں سے پہلے حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہیں۔ تمام لوگ جب آپ کو خانہ کعبہ میں تشریف فرما دیکھتے ہیں۔ تو بے اختیار پکارنے لگتے ہیں۔ کہ آپ صادق اور امین ہیں آپ جو بھی فیصلہ کریں ہمیں منظور ہے اگر آپ چاہتے تو یہ سعادت صرف خود ہی حاصل کرتے۔ لیکن آپ کا مقصد تمام قبائل کو باہم شیر و شکر کرنا تھا۔ اس لئے آپ اپنی چادر زمین پر بچھاتے ہیں۔ اور حجر اسود اپنے مبارک ہاتھوں سے اٹھا کر چادر پر رکھتے ہیں۔ اس کے بعد تمام اکابرین قبائل کو بلا کر ان کو چادر چاروں طرف سے پکڑنے کو کہتے ہیں۔ جب تمام سردار چادر اٹھا کر اصل جگہ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ تو آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود اٹھا کر اصل جگہ پر لگا دیتے ہیں۔ اس طرح یہ جنگ چھڑتے چھڑتے رُک جاتی ہے۔ اور تمام قبائل خوش ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ سعادت اُن کو مل گئی ہے۔ مولانا حالیؒ نے سچ کہا ہے

قبائل کا شیر و شکر کرنے والا!
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

۲- ایک دفعہ صحابہؓ حضورؐ سے پوچھتے ہیں۔ "یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنگ اُحد کے دن سے زیادہ سخت بھی کوئی دن دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "ہاں! طائف کا دن اس سے سخت تھا۔ طائف کا قصہ یوں ہے۔ آپ جب مکہ سے طائف کو تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے ہیں آپ کا خیال تھا کہ وہاں کے رئیسوں کو اسلام کا پیغام سنائیں۔ غلام زید بن حارثؓ آپ کے ہمراہ ہیں۔ جب وہاں کے رئیسوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ تو وہ اسلام قبول کرنے کی بجائے آپ کو شہر سے نکلنے پر مجبور ہی نہیں کرتے بلکہ بازار کے شریر لڑکوں کو آپ کے پیچھے دق کرنے کے لئے لگا دیتے ہیں۔ وہ راستہ کے دونوں طرف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جس وقت آپ اُدھر سے گزرتے ہیں۔ تو وہ آپ کے پاؤں پر پتھر برسانے شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے آپ کے پاؤں لہولہان ہو جاتے ہیں۔ آپ مارے درد کے کہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ تو وہ اوباش بازو تھام کر اٹھا دیتے ہیں۔ پھر پتھر برسانے گالیاں دینے لگتے ہیں۔ اسی کس مپرسی میں آپ ایک باغ میں پناہ لیتے ہیں۔ حضرت زیدؓ بد دعا کے لئے کہتے ہیں۔ اور ملک الجبال آپ سے آکر کہتا ہے۔

"اگر اجازت ہو تو طائف پر اس پہاڑی کو میں پاش پاش کر دوں۔ تاکہ تمام طائف والے غرق ہو جائیں۔ لیکن آپ فرماتے ہیں۔

"میں رحمت بن کر آیا ہوں، زحمت بن کر نہیں آیا۔ مزید فرمایا یہ نہیں تو ان کی اولاد ۔۔۔۔ ضرور مسلمان ہو گی" ساتھ ہی طائف والوں کے لئے دعا فرماتے ہیں

"یا الٰہی! ان کو راہِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کر اور ان کو شعور دے کہ مجھے پہچان سکیں

دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ سبحان اللہ واقعی آپ رؤف الرحیم ہیں۔

۳- حضورؐ کا ایک صحابیؓ کئی روز سے مرض الموت میں مبتلا ہے۔ لیکن نہ جان نکلتی ہے اور نہ شفا ہوتی ہے۔ تمام اصحاب رسولؐ حیران و ششدر ہیں کہ ماجرا کیا ہے۔ آخر کار حضورؐ صحابی کی عیادت کو جاتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ اس کا کوئی وارث ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی وارث اس کی ماں ہے۔ جو اس سے ناراض ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ لکڑیاں جمع کر کے اس کو آگ کی نظر کر دو۔ کیونکہ اگلے جہان میں بھی اس کے لئے دوزخ ہے۔ جب اس کی والدہ کو یہ خبر ملتی ہے۔ کہ میری وجہ سے میرے فرزند کو آگ میں ڈالنے کا حضورؐ نے حکم صادر فرمایا ہے۔ تو ماں کی مامتا جوش میں آتی ہے۔ اور عرض کرتی ہے۔ "یا رسول اللہؐ آپ میرے بیٹے کو آگ میں نہ ڈالیں۔ میں نے معاف کر دیا ہے۔ اُسی وقت روح جسد عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ آپ کے فیصلے سے ماں نے معاف کر دیا۔ اور صحابی جنت کا حقدار ہو گیا

۴- ایک زانیہ عورت دربار رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے "یا رسول اللہؐ مجھے پاک کریں۔ آپ منہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ پھر سامنے آکر اپنے جرم کا اقرار کرتی ہے۔ آپ پھر منہ پھیر لیتے ہیں۔ لیکن وہ پھر سامنے آکر اپنے گناہ کا اعتراف کرتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں "جاؤ بچہ جن کر آنا" کچھ عرصہ بعد وہی عورت بچہ ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ جاؤ اسے دودھ پلاؤ۔ اور جب بچہ روٹی کھانے لگے۔ پھر آنا۔ وہ چلی جاتی ہے کچھ مدت کے بعد پھر حاضر ہوتی ہے۔ اور عرض کرتی ہے "یا رسول اللہ بچہ اب روٹی کھا لیتا ہے" آپ اسے سنگسار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس کی وفات کے بعد حضورؐ خود اس کا جنازہ پڑھاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے اعتراض پر آپ فرماتے ہیں۔ اس کی توبہ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ مدینہ کے ستر آدمیوں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔ ایک ہم ہیں کہ پکڑے بھی جائیں تو اقبالِ جرم نہیں کرتے۔ ۔۔۔

دوسری قسط

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی رحمہ

واقعہ شہادت

یحییٰ (علیہ السلام) نے جب خدا کے دین کی منادی شروع کر دی، اور لوگوں کو یہ بتانے لگے۔ کہ مجھ سے بڑھ کر ایک اور خدا کا پیغامبر آنے والا ہے تو یہود کو ان کے ساتھ دشمنی، اور عداوت پیدا ہو گئی۔ اور وہ ان کی برگزیدگی و مقبولیت اور منادی کو برداشت نہ کر سکے، اور ایک دن اُن کے پاس جمع ہو کر آئے اور دریافت کیا "کیا تو مسیح ہے؟ اُس نے کہا۔ نہیں، تب انہوں نے کہا۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے کہا نہیں، کیا تو ایلیاہ نبی ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ تب اُن سب نے کہا کہ پھر تو کون ہے، جو اس طرح منادی کرتا ہے۔ اور ہم کو دعوت دیتا ہے؟ یحییٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا "میں جنگل میں پکارنے والے کی ایک آواز ہوں۔ جو حق کے لئے بلند کی گئی ہے۔ یہ سن کر یہودی بھڑک اُٹھے۔ اور آخر کار ان کو شہید کر ڈالا

اور ابن عساکرؒ نے "المستقصی فی فضائل الاقصیٰ" میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ قاسمؒ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے، جس میں یحییٰ (علیہ السلام) کی شہادت کا واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ دمشق کے بادشاہ ہداد بن ہدار نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تھیں۔ اور پھر چاہتا تھا۔ کہ اس کو واپس کر کے بیوی بنا لے۔ یحییٰ (علیہ السلام) سے فتویٰ طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اب یہ تجھ پر حرام ہے، ملکہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ اور یحییٰ (علیہ السلام) کے قتل کے درپے ہو گئی۔ اور بادشاہ کو مجبور کر کے قتل کی اجازت حاصل کر لی۔ اور جبکہ وہ مسجد جیرون میں نماز میں مشغول تھے۔ ان کو قتل کرا دیا، اور چینی کے طشت میں ان کا سر مبارک سامنے منگوایا۔ مگر سر اس میں بھی یہی کہتا رہا۔ کہ تو بادشاہ کے لئے حلال نہیں۔ تاوقتیکہ دوسرے سے شادی نہ کر لے۔ اور اسی حالت میں خدا کا عذاب آیا۔ اور اُس عورت کو مع سر مبارک زمین میں دھنسا دیا۔

اس روایت میں ایک واقعہ ایسا مذکور ہے۔ جس کی وجہ سے تمام روایت ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔ وہ یہ "کہ یحییٰ (علیہ السلام) کا خون فوارہ کی طرح جسم مبارک سے برابر نکلتا رہا۔ تا آنکہ بخت نصر نے دمشق کو فتح کر کے اُس پر ستر ہزار اسرائیلیوں کا خون نہ بہا دیا۔ تب ارمیاہ (علیہ السلام) نے آ کر خون کو مخاطب کر کے کہا: اے خون کیا اب بھی تو ساکن نہ ہو گا؟ کتنی مخلوق خدا فنا ہو چکی۔ اب ساکن ہو جا۔ چنانچہ اُس وقت وہ خون ساکن ہو گیا۔"

اور حافظ ابن حجرؒ کے "اس قصہ" کی اصل حاکم کی ایک روایت ہے جو اُنہوں نے مستدرک میں نقل کی ہے

روایت کے ایک حصہ کو اگر تاریخ کا مبتدی طالب علم بھی سُنے گا۔ تو وہ بلا تردد باطل قرار دے گا۔ اس لئے کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ بخت نصر کا زمانہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ سے صدیوں پہلے ہے۔ پھر یحییٰ (علیہ السلام) کے قتل کے واقعہ میں بخت نصر کے حملہ دمشق کا جوڑ لگانا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اس لئے سخت تعجب ہے کہ حافظ ابن عساکر اور حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ جیسے صاحب نقد بزرگوں نے کس طرح اس روایت کو نقل کر کے سکوت اختیار فرمایا۔ علاوہ ازیں اس روایت میں جس قسم کے عجائب و غرائب بیان کئے گئے ہیں وہ اس وقت تک ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ جب تک اُن کا ثبوت "نص صریح" سے حاصل نہ ہو جائے۔ اور حاکمؒ کی روایت بلحاظ سند کے بھی محل نظر ہے اور بلحاظ درایت بھی

مقتل

علماء سیر و تاریخ کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ یحییٰ (علیہ السلام) کا واقعۂ شہادت کس جگہ پیش آیا۔ ایک قول یہ ہے کہ بیت المقدس میں ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان ہوا۔ اور اس جگہ ستر انبیاء شہید کئے گئے، سفیان ثوریؒ نے شمر بن عطیہ سے یہی قول نقل کیا ہے اور ابو عبید قاسم بن سلام نے حضرت سعید بن مسیب رضؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ دمشق میں قتل ہوئے۔ اور اُسی میں بخت نصر کا واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔ اور ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ جب صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ عطاء اور حسنؒ کے اس قول کو تسلیم کیا جائے کہ بخت نصر عیسیٰ (علیہ السلام) کا معاصر تھا اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ مستند اور صحیح تاریخی شہادتوں سے یہ قول باطل ہے۔ اس لئے کہ بخت نصر مسیح (علیہ السلام) سے صدیوں قبل ہو گزرا ہے جیسا کہ خود ابن کثیرؒ نے بیت المقدس کی تباہی اور عزیر (علیہ السلام) کے واقعات میں اس کو تسلیم کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس غلط بات کو تسلیم کر لینے کے بعد پھر یہ بھی قبول کر لینا ہو گا۔ کہ عیسیٰ (علیہ السلام) انبیاء بنی اسرائیل کے آخری نبی نہیں ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان "فترت" کا زمانہ بھی نہیں۔ بلکہ ارمیاہ نبی قبیل عزیر اور دانیال (علیہم السلام) وغیرہ انبیاء بنی اسرائیل جو مسلمہ طور پر بخت نصر اور اس کے بعد کے زمانہ تک بابل میں قید رہے۔ ان سب کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا، حالانکہ یہ تمام باتیں باتفاق توریت تاریخی شہادات اور اسلامی روایات قطعاً غلط اور باطل ہیں۔

البتہ یہ بات کہ یحییٰ (علیہ السلام) کا مقتل بیت المقدس نہیں بلکہ دمشق تھا تو حافظ ابن عساکر کی اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جو انہوں نے ولید بن مسلم کی سند سے نقل کی ہے۔ کہ زید بن واقد کہتے ہیں کہ دمشق

(بقیہ ص ۱۴)

صحابہؓ کو حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) سے محبت

(قاری عبد المجید)
(مدرسہ انوار الاسلام کیہال — ایبٹ آباد)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری مسلم)

ترجمہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کو اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔

اللہ تعالے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں باہم ایسا تعلق ہے۔ کہ یہ ایک دوسرے سے ہرگز الگ نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالے سے صحیح محبت بغیر حضورؐ کی محبت کے ناممکن و محال ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالے کی محبت کے بغیر حضورؐ کی محبت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ کے رسول سے جو محبت بحیثیت رسول کے ہوگی وہ درحقیقت اللہ ہی کی وجہ اور اسی کے تعلق سے ہوگی۔ چنانچہ اس حدیث میں کمال ایمان کی شرط کے طور پر صرف حضور کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے۔

اب ہم صحابہؓ کرام کا اس حدیث پر عمل اور محبت کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ کہ اے اللہ کے رسولؐ مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپ زیادہ محبوب ہیں تو آپ نے فرمایا۔ کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کو میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا "حضورؐ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں" تو حضورؐ نے فرمایا اَلْآنَ یَا عُمَرُ، اے عمرؓ اب تمہارا ایمان کامل ہوا۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک اور صحابی حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا "حضورؐ آپ کی محبت مجھے میری جان و مال اور اہل و عیال سے بھی زیادہ ہے" میں جب گھر میں ہوتا ہوں۔ اور مجھے آپ کا خیال آجاتا ہے۔ تو اس وقت تک صبر نہیں آتا۔ جب تک کہ میں آپ کو نہ دیکھ لوں۔ مجھے یہ فکر ہے۔ کہ موت تو آپؐ کو اور مجھے ایک دن ضرور آنی ہے اور اس کے بعد آپؐ تو انبیاء کے درجہ پہ چلے جائیں گے۔ مجھے یہ ڈر ہے۔ کہ پھر میں آپؐ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ تو حضور کچھ دیر تک خاموش رہے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے۔ اور حضور کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (نساء)

(ترجمہ)

اور جو شخص اللہ تعالے اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ پس یہ لوگ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے۔ جن پہ اللہ تعالے نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء، اور یہ اچھے دوست ہیں۔

چنانچہ آپ نے یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی۔ وہ صحابی خوش ہوگئے حضورؐ سے صحابہؓ کی محبت کا یہ عالم تھا۔ کہ انہیں گھر میں چین نہیں ملتا تھا۔ ان کی یہ حالت کیوں نہ ہوتی۔ وہ حضرات زبانی محبت کے دعویدار نہ تھے۔ بلکہ جو بات بھی حضورؐ سے سن لیتے، اس پہ عمل کرتے۔ حتیٰ کہ عورتوں کو حضورؐ سے اتنی محبت تھی۔ کہ انسانی عقل ایسے واقعات کو دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔

ایک دفعہ ایک صحابیہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ حضرت عائشہ نے حجرہ مبارک کھولا۔ صحابیہؓ نے زیارت کی۔ اس کے بعد انہوں نے رونا شروع کیا۔ کہ اسی حالت میں انتقال فرماگئیں۔

یہ تھی حضورؐ سے محبت۔ کیا کوئی قوم یا کوئی مذہب ایسے حقیقی عشق کی مثال پیش کر سکتا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری صحابیہؓ کا واقعہ حدیث مبارک میں آتا ہے

جنگ احد میں مسلمانوں کو کافی تکلیف ہوئی۔ اور بہت سے صحابہؓ کرام شہید ہو گئے۔ اور جب مدینہ میں یہ خبر پہنچی تو عورتیں اپنے گھروں سے باہر نکل پڑیں۔ اور میدان جنگ کی طرف بڑھیں۔ ایک عورت نے جب حضورؐ کو اس مجمع میں نہ دیکھا۔ تو بولیں مجھے یہ بتاؤ۔ کہ حضورؐ زندہ ہیں۔ یا شہید ہو چکے ہیں۔ کسی نے کہا۔ کہ تمہارے والد شہید ہو گئے۔ تو اس نے اِنّا لِلّٰہ پڑھا۔ پھر وہی سوال دوہرایا۔ کسی اور شخص نے جواب دیا کہ تمہارے خاوند، بھائی اور بیٹا بھی شہید ہو گئے ہیں۔ مگر وہ اللہ کی بندی اپنا وہی سوال دوہراتی اور پوچھتی کہ مجھے یہ بتاؤ کہ حضور کیسے ہیں۔ جب حضورؐ کی خیریت کی خبر سنی۔ تو بھی کامل اطمینان نہ ہوا۔ اور خود مجمع کی طرف بڑھیں اور حضورؐ کے دامن مبارک کو پکڑ کر فرمانے لگیں اے اللہ کے رسول جب آپ زندہ اور سلامت ہیں۔ تو مجھے کسی کے مرنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی زیارت کے بعد ہر مصیبت معمولی اور ہلکی معلوم ہوتی ہے

صحابہؓ کے کن کن واقعات کو بیان کیا جائے۔ وہ حضرات حضورؐ کی سیرت کا کامل نمونہ تھے اور انہوں

(بقیہ ص۳)

صحابہؓ کی حضورؐ سے محبت

نے حضورؐ کی تابعداری کر کے اقوام عالم پر اس حقیقت کو واضح کر دیا تھا کہ اطاعت کیا چیز ہے۔ ایک حدیث نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں حضورؐ فرماتے ہیں۔ جس شخص میں یہ تین خصلتیں موجود ہوں۔ اس نے ایمان کی حلاوت یعنی مزے کو پا لیا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی محبت اس کو تمام ماسویٰ سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس سے محبت ہو وہ صرف اللہ ہی کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اس کو اتنی نفرت ہو۔ جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔

خدا تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ ہمیں اللہ تعالےٰ حضورؐ کی کامل محبت نصیب فرمائے۔ امین

بقیہ: البرہان علی توحید الرحمان

کریں۔ اب یہاں پر ایک اور حوالہ توحید خداوندی کے متعلق درج کیا جاتا ہے۔ جو کہ آئندہ کے لئے تمام سوالات، تثلیث کو ملیا میٹ کر دے گا۔

اور تیسرے پہر کے نزدیک یسوع (علیہ السلام) نے بڑی آواز سے چلا چلا کر ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی، یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔
(انجیل متی باب ۲۷ آیت ۴۶)

فرض کرو کہ اگر خدا تین ہیں اور بمصداق کلمہ عیسائیت التوحید فی التثلیث والتثلیث فی التوحید (تین ہیں ایک اور ایک ہیں تین)، اور ان تینوں میں ایسا اتحاد اور یگانگت ہے کہ عقیدہ توحید کے بھی منافی نہیں۔ تو جب عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے تو دو اور خدا بسبب اتحاد و یگانگت کے ختم ہو گئے اور ایک بھی نہیں رہا۔

۲۔ اگر عیسےٰ علیہ السلام خدا ہیں۔ تو وہ اس وقت اپنی قدرت خدائی کے ساتھ تمام تکلیفات اور مصیبتوں کو دفع کرتے اور یوں نہ چلاتے

(۳) اگر عیسےٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو وہ کسی سے مدد طلب نہ کرتے کیونکہ خدا تو ہر چیز پر قادر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خدا نہیں ہیں اور جب خدا نہ ہوئے تو قدرت کہاں سے آئی۔ اور جب قدرت نہ رہی تو خدائی بھی عدم قدرت کے سبب نہ رہی۔

معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں نے خصوصاً پادریوں نے سرے سے کتاب مقدس کو دیکھا تک بھی نہیں اور نہ اس میں غور و فکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ وہ اس مشرکانہ عقیدہ سے گمراہی میں نہ جا پڑتے۔ اب بھی عیسائیوں کے لئے موقعہ ہے کہ مندرجہ بالا آیتوں کو..... غور سے پڑھیں۔

عیسائیوں کی معتبر کتاب آسمانی کے متعلق دو فیصلے

(۱) یا تو کتاب مقدس سرے سے محرف اور متبدل ہے۔ اور اس میں ایک آیت بھی منزل من اللہ نہیں اس لئے عیسائی اور پادری صاحبان اس کے احکامات پر عمل نہیں کرتے اور برائے نام انجیل کا نام لے کر اپنے آپ کو حق پر ثابت کرتے ہوئے عامۃ الناس کو دھوکہ دیتے ہیں۔

۲۔ یا اگر وہ بائبل کو خدا کی الہامی کتاب مانتے ہیں۔ تو بائبل کے احکامات کو بھی ماننا پڑے گا۔ تو خداوند قدوس واحد کی قدوسیت اور وحدانیت کا اقرار کرنا پڑے گا۔ اور مطابق پیشین گوئی کتاب مقدس حضرت خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو ماننا پڑے گا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کتاب کے مطابق حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا ہوگا۔ اور عیسائی جو حضرت مسیح علیہ السلام کی شرعی تعلیم پر عمل نہ کرے وہ لعنتی ہے .... اور لعنتی بے ایمان اپنے دین سے خارج ہے۔

انجیل مقدس کے چند اور حوالہ جات جو کہ توحید خداوندی پر صریح دال ہیں۔ بغیر عبارت کے درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) استثناء باب ۶ آیت ۴ - ۵
۲- مرقس باب ۱۲ آیت ۲۸ تا ۳۳
(۳) زبور باب ۹ آیت ۷ - ۸
(۴) زبور باب ۵۸ آیت ۱۰ - ۱۱
(۵) زبور باب ۸۶ آیت ۸ تا ۱۰
(۶) ایوب باب ۱۹ آیت ۲۹
(۷) روم باب ۱۴ آیت ۱۰ تا ۱۲
(۸) مکاشفہ باب ۱۰ ۳ - ۴
(۹) واعظ باب ۱۲۱ آیت ۱ - ۲
(۱۰) دانی ایل باب ۱۲ آیت ۱ تا ۳

تمت بالخیر

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین

البرہان علی توحید الرحمان

لاحقر الوریٰ محمد سعد سراجی خانقاہ شریف موسیٰ زئی
(ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہٖ واصحابہٖ واہل بیتہٖ اجمعین۔ اما بعد!

مسلمانوں کا یہ ایک ٹھوس اور محکم عقیدہ ہے۔ کہ اس دنیائے کائنات کا مالک رازق وخالق علے کل شیئٍ قدیر ایک ہی اللہ ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کی ذات و صفات میں کوئی شریک ہے۔ اور وہی واحد خدا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمت للعالمین حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کو اسی غرض (یعنی پیغام توحید پہنچانے اور سمجھانے کے لئے مبعوث فرمایا، اور توحید ہی ایک ایسا بنیادی عقیدہ ہے جس کا ماننا ہر ایک آدمی کے لئے دین کا جزوِ لاینفک ہے۔ قرآن مجید و دیگر آسمانی کتب اور صحائف توحید باری تعالیٰ کی توصیف میں ہیں، بے شمار آیتوں اور دلیلوں سے مبرہن ہیں۔ قرآن مجید کی ابتداء اور انتہا سب میں توحید کا سبق ہی سبق ہے۔ مثلاً

ایاک نعبد و ایاک نستعین (سورۃ فاتحہ) لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ (سورۃ مائدہ) قل ھو اللہ احد ۞ اللہ الصمد ۞ لم یلد و لم یولد ۞ و لم یکن لہ کفوًا احد ۞

اور اس کے برعکس عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ التثلیث فی التوحید، والتوحید فی التثلیث (یعنی تین میں ایک اور ایک میں تین) یعنی عالم کائنات کے مالک تین خدا ہیں —— ایک حضرت عیسےٰ علیہ السلام، دوسرا روح القدس اور تیسرا ازلی ابدی خدا اللہ ہے۔ اور ان تینوں کی متحدہ پارلیمنٹ سے خدائی نظام چلتا ہے۔ اور یہ تینوں ایک دوسرے میں اس طرح ملے جلے ہیں کہ عقیدہ توحید میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن عیسائیوں کی معتبر کتاب آسمانی در کتاب مقدس کی تعلیم اس عقیدہ سے الگ ہے۔ اور اس میں کہیں بھی تثلیث (تین خداؤں) کے متعلق کوئی آیت موجود نہیں اور جابجا توحید باری تعالےٰ کی تعلیم دیتی ہے۔ جس کے چند حوالے بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ عیسائیوں کی اپنی کتابوں سے حق کا مسئلہ توحید واضح ہو جائے۔

حوالہ نمبر (۱)

یارب سب قومیں جن کو تو نے پیدا کیا —— تیرے حضور سجدہ کریں گی اور تیرے نام کی تمجید، کیوں کہ تو بزرگ ہے

کیوں کہ تو بزرگ ہے اور عجیب وغریب کام کرتا ہے تو ہی واحد خدا ہے۔ (زبور باب ۸۶ آیت ۹-۱۰)

حوالہ نمبر (۲)

سو تو اے خداوند خدا کیوں جیسا ہم نے کانوں سے سُنا ہے۔ اس کے مطابق کوئی تیرے مانند نہیں اور تیرے سوا کوئی خدا نہیں ——
(سموئیل ۲ باب ۷ آیت ۲۲)

حوالہ نمبر (۳)

تم منادی کرو اور ان کو نزدیک لاؤ ہاں وہ باہم مشورت کریں کسی نے قدیم ہی سے یہ ظاہر کیا کسی نے قدیم ایام میں اس کی خبر پہلے ہی سے دی ہے کیا میں خداوند ہی نے یہ نہیں کہا سو میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۲۱)

حوالہ نمبر (۴)

سلیمان نے اسرائیل کی ساری جماعت کے روبرو خداوند کے مذبح کے آگے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور کہا اے خداوند اسرائیل کے خدا! تیری مانند نہ تو اوپر آسمان میں نہ نیچے زمین میں کوئی خدا ہے۔ تو اپنے ان بندوں کے لئے جو سارے دل سے چلتے ہیں۔ عہد اور رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔
(سلاطین ۱ باب ۸ آیت ۲۲-۲۳)

حوالہ نمبر ۵

اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جس کو تو نے بھیجا ہے جانیں۔
(انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۲۲-۲۳)

جب حضرت مسیح علیہ السلام سے کسی امتی نے سوال کیا کہ سب احکام میں سے پہلا کونسا حکم ہے۔ جس کی اطاعت کرنی ضروری ہے۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام نے مندرجہ ذیل حکم دیا "یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے۔ اسے اسرائیل ہمارا خداوند خدا ایک ہی خداوند ہے۔ انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹)

یہ حکم عیسائی حضرات کے لئے تازیانہ عبرت ہے غور کریں۔ کہ عیسائی حضرات کیا عمل کر رہے ہیں اور ان کے پیغمبر اور رسول، حضرت مسیح علیہ السلام کیا حکم دے رہے ہیں، مسیح علیہ السلام کا ہر حکم عیسائی حضرات کے لئے شریعت ہے۔ اور شریعت کا منکر حضرت مسیح علیہ السلام کے نزدیک، لعنتی ہے اور لعنت اُس شخص پہ کی جاتی ہے۔ جو کہ شریعت کی باتوں اور احکام پہ عمل پیرا نہیں ہوتا اور شریعت کا منکر ہوتا ہے۔ چوں کہ عیسائی حضرات بھی مسیح علیہ السلام، کے احکام اور شریعت کو نہیں مانتے اس لئے مندرجہ ذیل حکم ان پہ اچھی طرح صادق آتا ہے۔

لعنت اُس شخص پر جو کہ شریعت کی باتوں پہ عمل کرنے کے لئے ان پہ قائم نہ رہے اور سب لوگ کہیں آمین (استثناء باب ۲۷ آیت ۲۶)

عیسائی صاحبان سے ٹھنڈے دل سے عرض ہے کہ وہ پہلے اپنے آپ پہ غور کریں۔ اور پھر حکم مسیح کو دیکھیں اور بعد میں دونوں کا موازنہ

باقی ص۱۲

میں جب عمود سکا سکہ کے نیچے ایک مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا جا رہا تھا تو میں نے خود اپنی آنکھ سے یہ دیکھا کہ شرقی جانب محراب کے قریب ایک ستون کی کھدائی میں یحییٰ (علیہ السلام) کا سر برآمد ہوا، اور چہرہ مبارک حتیٰ کہ بالوں تک میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، اور خون آلود ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا ابھی کاٹا گیا ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ کیسے معلوم ہوا۔ کہ یہ یحییٰ (علیہ السلام) ہی کا سر مبارک ہے کسی اور نبی یا مرد صالح کا نہیں ہے؟

الحاصل اس بارہ میں کوئی فیصلہ کن شہادت مہیا نہیں ہے کہ یحییٰ (علیہ السلام) کا مقتل کونسا مقام ہے۔ لیکن یہ مسلمات میں سے ہے کہ یہود نے اُن کو شہید کر دیا۔ اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) کو اُن کی شہادت کا حال معلوم ہوا۔ تو پھر انہوں نے علی الاعلان اپنی دعوتِ حق شروع کر دی

قرآن عزیز نے متعدد جگہ یہود کی فتنہ پردازیوں اور باطل کوشیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے نبیوں اور پیغمبروں کو بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ چنانچہ آلِ عمران میں ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ لا وَ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (آل عمران)

ترجمہ: جو لوگ انکار کرتے ہیں۔ اللہ کے حکموں کا۔ اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور (نبیوں کے سوا) جو لوگ ان کو انصاف کرنے کا حکم کرتے ہیں اُن کو (بھی) قتل کرتے ہیں۔ تو اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دو۔

اور ابن ابی حاتم نے بسلسلہ سند حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے نقل کیا ہے۔ کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل نے ایک دن میں تینتالیس نبیوں اور ایک سو ستر صلحا کو قتل کر دیا تھا۔ جو جو ان کو امر بالمعروف کرتے تھے

زکریا علیہ السلام کی وفات

یحییٰ (علیہ السلام) کے واقعۂ شہادت کے ضمن میں علماء سیر و تاریخ کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے۔ کہ زکریا (علیہ السلام) کی وفات طبعی موت سے واقع ہوئی یا وہ بھی شہید کئے گئے اور لطف یہ ہے کہ دونوں کی سند وہب بن منبہؒ پر ہی جا پہنچتی ہے۔ چنانچہ وہب کی ایک روایت میں ہے کہ یہود نے جب یحییٰ (علیہ السلام) کو شہید کر دیا۔ تو پھر زکریا (علیہ السلام) کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہ اُن کو بھی قتل کریں۔ زکریا (علیہ السلام) نے جب یہ دیکھا تو وہ بھاگے۔ تاکہ اُن کے ہاتھ نہ لگ سکیں۔ سامنے ایک درخت آگیا۔ اور وہ اس کے شگاف میں گھُس گئے۔ یہودی تعاقب کر رہے تھے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا تو ان کو نکلنے پر مجبور کرنے کی بجائے درخت پر آرہ چلا دیا۔ جب آرہ زکریا (علیہ السلام) پر پہنچا تو خدا کی وحی آئی۔ اور زکریا علیہ السلام سے کہا گیا کہ اگر تم نے کچھ بھی آہ و زاری کی تو ہم یہ سب زمین تہ و بالا کر دیں گے۔ اور اگر تم نے صبر سے کام لیا۔ تو ہم بھی ان یہود پر فوراً اپنا غضب نازل نہیں کریں گے چنانچہ زکریا علیہ السلام نے صبر سے کام لیا۔ اور اُف تک نہ کی اور یہود نے درخت کے ساتھ اُن کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور ان ہی وہب سے دوسری روایت یہ ہے۔ کہ درخت پر آرہ کشی کا جو معاملہ پیش آیا۔ وہ شعیا (علیہ السلام) سے متعلق ہے۔ اور زکریا علیہ السلام شہید نہیں ہوئے۔ بلکہ انہوں نے طبعی موت سے وفات پائی۔

بہر حال مشہور قول یہی ہے۔ کہ ان کو بھی یہود نے شہید کر دیا تھا۔ رہا یہ معاملہ کہ کس طرح اور کس مقام پر شہید کیا۔ تو اس کے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا ہے۔ "واللہ اعلم بحقیقۃ الحال"

(باقی)

نماز کے اندر دنیاوی خیالات کا آنا

(محمد اقبال سٹینو گرافر ۔ گڈ وبیراج سرکل کشمور)

بسم اللہ ۔ الرحمٰن ۔ الرحیم

نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہی، آدمی کے ذہن پر وسوسوں اور پراگندہ خیالات کا اس طرح ہجوم ہوتا ہے ۔ جس طرح برسات کی بھیگی ہوئی راتوں میں کسی لیمپ پر پتنگوں کا ہجوم ہوتا ہے ۔ جو بات کبھی بھی یاد نہ آنے والی ہو ۔ وہ نماز میں یاد آجائے گی ۔ اور پھر اسی ایک بات سے سینکڑوں باتیں پیدا ہو جائیں گی ۔ بعض لوگ اس صورت حال سے بہت بددل اور پریشان ہو جاتے ہیں ۔ کہ یہ خاص ان کے اپنے دل کی خرابی ہے کہ اس طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے ہیں ۔ ورنہ نماز میں یہ بات نہیں ہونی چاہیئے ۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے ۔ جہاں تک نماز میں وسوسہ پیدا ہونے کا تعلق ہے ۔ اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی نماز سے جتنی ہی محبت ہے شیطان کو اُس نماز سے اتنی ہی دشمنی ہے ۔ اس وجہ سے آدمی جب نماز، شروع کرتا ہے، تو ابلیس کے کارندے اور ایجنٹ وسوسہ اندازی کے لئے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں، کہ اگر اس کو نماز سے روک نہ سکے ۔ تو کم ازکم وسوسہ ہی پیدا کر کے اُس میں کچھ خلل ڈال دیں ۔ اگر بندہ شیطان کی اس وسوسہ اندازی کے آگے سپر انداز نہ ہو جائے بلکہ اس خطرہ کو بھانپ کر اس کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائے ۔ تو یہ نماز کی راہ میں اس کا ایک جہاد ہوتا ہے ۔ اور اس کے اخلاص ایمان کی ایک دلیل ہے ۔ شیطان کی اس وسوسہ اندازی کا حملہ سب سے زیادہ انہی لوگوں پر ہوتا ہے ۔ جو اس کے مقابلہ میں قوت ایمانی کا ثبوت دیتے ہیں ۔ ان لوگوں کے لئے شیطان کو کچھ زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت پیش پیش آئی ۔ جو اُن وسوسوں ہی کو غذائے روحانی سمجھتے ہیں اگر شیطان ایک وسوسہ پیدا کرتا ہے ۔ تو وہ خود اپنے واہمہ کو خلاقی سے ان میں دس کا اور اضافہ کر لیتے ہیں

ان وسوسوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے تین باتیں مفید ہیں —

ایک عام بات یہ ہے ۔ کہ آدمی جس وقت یہ حالت محسوس کرے تو شیطان سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگے اور اس آدمی کی طرح اپنی نماز کی حفاظت اور تکمیل کے لئے ۔۔۔ مستعد ہو جائے ۔ جس کو دشمن کے حملہ کی اطلاع ہو چکی ہو ۔ اور اُس نے یہ عزم کر لیا ہو ۔ کہ وہ دشمن کے علی الرغم اپنی نماز پوری کر کے رہے گا ۔ اور ان وسوسہ اندازیوں کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا ۔ آدمی کی یہ مستعدی ہی ۔ لبا اوقات شیطان کے سارے طلسم کو باطل کر دیتے ہیں

دوسری بات یہ ہے ۔ کہ نماز کے کلمات صرف اپنے جی میں ہی نہ پڑھے ۔ بلکہ اس طرح پڑھے ۔ کہ وہ خود ان کو سُن سکے اور ان کے معانی پر دھیان کر سکے ۔ البتہ یہ احتیاط ضروری ہے کہ اس سے دوسرے پاس کھڑے ہونے والے کی نماز میں خلل واقع نہ ہو ۔ یہ چیز وسوسہ کو دور کرنے میں بہت مددگار ہوتی ہے ۔۔۔ جب آدمی کا ذہن معانی کے پیچھے لگ جاتا ہے ۔ تو وسوسوں کی وادیوں میں بھٹکنے سے بہت بڑی حد تک محفوظ ہو جاتا ہے

تیسری بات جو سب سے زیادہ مفید اور کارگر ہے، یہ ہے کہ آدمی اپنی تمام زندگی میں اپنے خیالات کو زیادہ سے زیادہ پاکیزہ اور بلند رکھنے کی کوشش کرے ۔ وہ ہمیشہ ایسی چیزیں سوچے جو اس کے لئے بھی دین اور دنیا میں نافع ہوں ۔ اور دوسروں کو بھی نفع پہنچانے والی اور ترقی دینے والی ہوں ۔ جو آدمی اپنے ذہن میں اچھے خیالات کی پرورش کا عادی ہو جاتا ہے ۔ نماز میں اس کو وسوسے کم لاحق ہوتے ہیں ۔ کیونکہ وہ جس طرح کے خیالات سے مانوس ہوتا ہے، اسی طرح کی روحانی غذا اُس کو نماز میں بھی مل جاتی ہے ۔ اگر کچھ خیالات پیدا ہوتے بھی ہیں ۔ تو وہ ایسے پست نہیں ہوتے ۔ کہ نماز کے بلند مقصد سے بالکل بے جوڑ ہو جائیں حضرت عمرؓ جیسے صاحب حضور وشہود کی نماز میں کبھی کبھی کبھی خارجی خیالات خلل انداز ہو جاتے تھے ۔ کبھی کبھی، عین حالت نماز میں اُن کا ذہن ایران وشام میں لڑنے والی فوجوں کی تربیت میں مشغول ہو جاتا تھا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا کھو جانا ہے ۔ لیکن بڑا فرق ہے ۔ اس کھو جانے میں جو کسی غیر کی گلی میں ہوا اور اس کھو جانے میں جو اسی کے کوچے میں ہو ۔ جس کے در کی تلاش ہے

اگر آدمی اس رفتنے میں اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے ۔ تو اس کی نماز فی الواقع اس کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک دل کی طمانیت اور روح کا سرور بن جاتی ہے ۔

بقیہ: مجلس ذکر

کے مسلمان ہیں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ شعبان مہینہ میرا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شعبان کے مہینے میں دن کو کثرت سے روزے رکھتے۔ اور راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، حضورؐ فرماتے ہیں، کہ برأت کی رات میں اللہ تعالےٰ مختلف انسانی حاجات کے متعلق بار بار فرماتے ہیں، کہ ہے کوئی مجھ سے معافی مانگنے والا، مجھ سے رزق مانگنے والا وغیرہ وغیرہ

اس رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ مشرک کینہ ور، حاسد، ریاکار، ماں باپ کے نافرمان، زانی، شراب خور، اور ذخیرہ اندوز کے علاوہ باقی سب کو بخش دیتا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم سب راہِ ہدایت پر چلیں۔ اور بُری باتوں سے بچیں

اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ اور رمضان المبارک کے مہینے کی تیاری کرنے کی ہمت دے۔ عمل کی طرف زیادہ توجہ دیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عملی نمونہ کو اپنانے کی کوشش کریں۔ اور چھوٹے چھوٹے، گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کریں حضورؐ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کو فرمایا۔ کہ چھوٹے گناہوں سے ڈرنا چاہیئے کہیں اللہ تعالیٰ انہیں پر گرفت نہ کریں، ——— اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی کرنے سے بھی نہ ہچکچانا چاہیئے شاید اللہ تعالیٰ اسی کی وجہ سے مغفرت، فرما دے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرت سے اپنی یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائیے، گزشتہ گناہوں کو معاف فرمائے ——— اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی ہمت و توفیق دے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمدٍ وعلی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

بقیہ:- روح کی غذا

کر جاتے مگر انسان ناشکرا ہے۔ ان احسانات کے لئے مالک کا شکر گزار نہیں ہوتا ——— سرکشی اور نافرمانی کرتا ہے۔ اس کے احکامات پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ یہ سب احسانات اس انسان پر ہیں۔ جو ناپاکی سے پیدا ہوا ہے۔ پیشاب پاخانہ کی جگہ دھو کر انسان پاک ہو جاتا ہے۔ مگر جس ناپاکی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کا ایک قطرہ بھی نکل جائے تو پورا جسم ناپاک ہو جاتا ہے جب تک پورے جسم کو یعنی سر سے لے کر پاؤں کے ناخن تک دھویا نہیں جاتا تب تک انسان کا جسم پاک نہیں ہوتا اس ناپاکی سے پیدا شدہ انسان کو اللہ تعالےٰ نے کتنا بڑا شرف عطا فرمایا ہے جانتے ہو۔ اشرف المخلوقات کا درجہ دیا۔ سوچو تو سہی اللہ کی مخلوقات کا کوئی ٹھکانا ہے؟ کوئی گنتی کر سکتا ہے کتنی کتنی عجیب و غریب ہیں مخلوقات کی اقسام، کتنی بڑی بڑی طاقت والی مخلوقات ہیں۔ ان تمام پر انسان کو فضیلت دی۔ ماں کے پیٹ سے نکلے تو تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اللہ نے سننے کی طاقت دی، سمجھنے کی طاقت اور سوچنے کی طاقت دی۔ اللہ تعالیٰ کے لاکھوں احسانات ہیں۔ جن کا کوئی شمار نہیں اور شمار کر بھی نہیں سکتے۔ پھر انسانوں پر احسانات پر احسانات کے سلسلہ کو جاری رکھا۔ آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے۔ اللہ آسمانوں سے پانی زمین سے رزق اور انواع و اقسام کی نعمتیں بخشتا ہے۔ ان انعاموں اور عنایتوں کے باوجود حقیقی منعم کی یاد سے غافل رہتا ہے تمہارا رب ایسا منعم ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے۔ تاکہ تم اس کے رزق کو تلاش کرو۔ بے شک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے (جیسے موج طوفان وغیرہ سے غرق ہونے کا خوف)، تو بجز خدا کے اور جتنوں کی تم عبادت کرتے تھے۔ سب کو بھول جاتے ہو۔ پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے۔ تو تم پھر جاتے ہو۔ اور واقعی انسان ناشکرا ہے (بنی اسرائیل ۶۷) اس کا دھیان نہیں ہوتا انسان کو ———

میرے بھائیو! کس قدر غفلت ہے کہ ہم منعم حقیقی کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی غفلت ہے میرے بزرگو بہت بڑی غفلت ہے۔ اس غفلت کو چھوڑ دو خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ اللہ کا ذکر کرو۔ خوب ذکر کرو مالک حقیقی کا ہمیشہ ذکر کرتے رہو ——— کاروبار بھی کرو۔ اس سے تم کو منع نہیں کیا جاتا ——— منع کیا جاتا ہے تو اس سے کہ اللہ سے غافل نہ ہو۔ اتنی احتیاط رکھو، کہ کاروبار تمہیں کہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے۔ بس اتنا ہی کہا جاتا ہے تم سے بعض لوگ کہتے ہیں ان کام دھندوں سے فرصت نہیں ملتی ——— اللہ کے ذکر کے لئے، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ کوئی کاروبار اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے نہیں روک سکتا۔ تم اپنی مصروفیتوں میں اللہ کو یاد کر سکتے ہو ——— میں نے ایک فقیر کو عرفات میں دیکھا بھیک مانگ رہا تھا۔ مگر اللہ سے غافل نہیں تھا۔ اللہ کی یاد برابر جاری تھی۔

عزیزو تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ کے ذکر کا مطلب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر رہبانیت اختیار کر لینا ہے، نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ کی یاد قائم رکھ کر تم سب کام کرو، صحابہ کرامؓ ایسا ہی کرتے تھے۔ وہ تجارت کرتے تھے۔ مگر ذکر اللہ میں مصروف رہتے تھے۔ جہاد کا وقت آگیا۔ تو جہاد کرتے تھے۔ نماز کا وقت آگیا تو نماز پڑھتے تھے۔ مگر اللہ کے ذکر سے کبھی غفلت نہیں برتتے تھے۔ انہیں تجارت غفلت میں نہیں ڈالتی تھی۔ کسی طرح کی ان میں غفلت نہیں تھی ———

میرے بھائیو! انہیں ہمیشہ فکر رہتی تھی کہ قیامت میں کیا حال ہوگا ——— خوف الٰہی رہتا تھا اس لئے کسی قسم کی مصروفیت اور کسی بھی قسم کی ضرورت انہیں ذکر سے غافل نہیں کر سکتی تھی۔ اللہ کے ذکر کے لئے یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہاتھ سے کام کرو۔ مگر زبان اللہ کے ذکر میں رہے۔ مصروف رہو ضروریات میں، مگر اللہ کا ذکر جاری رہے ——— ذرا کوشش تو کر کے دیکھو۔ یہ کتنا آسان ہے اگر تم نماز پڑھ رہے ہو۔ مگر خدا سے لو نہیں لگی ہوئی۔ تو اجر پورا نہیں مل سکتا۔ اللہ سے لو لگاؤ، شروع شروع میں ممکن ہے نہ لگے۔ مگر بالآخر لگ ہی جاتی ہے۔ اللہ کے خوف کو طاری کر لو۔ اپنے اوپر ہمیشہ۔ پھر لو لگ جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ یہ کہنا غلط

علم کی فضیلت عبادت پر

(از حافظ ابن عبد البرؒ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص، سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تھوڑا علم بہت عبادت سے بہتر ہے۔ انسان کو تھوڑا علم بھی کافی ہے اگر خدا کی بندگی کرے، اور تھوڑی جہالت بھی بہت ہے۔ اگر اپنی رائے پر مغرور ہو۔ آدمی دو قسم کے ہیں۔ عالم اور جاہل، عالم سے کج بحثی نہ کرو اور جاہل سے گفتگو نہ کرو"

حضرت انسؓ راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب، سے اچھا دین وہ ہے جو سب سے آسان ہے اور بہترین عبادت فقہ ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہے۔ جیسی میری فضیلت امت پر"

حضرت عمروؓ بن قیس الملائی سے مروی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے۔ اور دین کی بنیاد تقویٰ پر ہے"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا ہی خوش عطیہ ہے۔ اور کیا ہی خوب سوغات، حکمت کا بول، جسے تم نے سُنا اور یاد کر لیا۔ پھر اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور اسے بھی سکھا دیا۔ ایسا ایک عمل، سال بھر کی عبادت کے برابر ہے"

قتادہؓ کا قول ہے۔ علم کا ایک باب جسے آدمی اپنی اصلاح اور اپنے بعد کی اصلاح کے خیال سے حفظ کرتا ہے۔ سال بھر کی عبادت سے افضل ہے

حزام بن حکیمؓ کی روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ایسے زمانے میں ہو۔ جس میں علماء بہت ہیں اور لفاظ کم۔ مانگنے والے تھوڑے ہیں۔ اور دینے والے بہت۔ لیکن ایسا زمانہ بھی آئے گا۔ جب علما کم ہوں گے اور لفاظ، بہت دینے والے تھوڑے ہوں گے۔ اور مانگنے والے بہت۔ اُس زمانہ میں علم عمل سے بہتر ہو گا"

مطرف بن عبداللہ الشخیر کا قول ہے "میں علم میں حصہ پانے کو عبادت کے حصے پر ترجیح دیتا ہوں۔ عافیت ملے اور شکر بجا لاؤں تو یہ آزمائش میں پڑنے اور صبر کرنے سے بہتر ہے میں نے اس خیر پر غور کیا، جس میں شر نہیں، تو عافیت و شکر جیسی کوئی چیز نہ پائی۔

قتادہؒ کہتے ہیں۔ میرے نزدیک پوری رات علمی مذاکرے میں گزار دینا۔ عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے۔

اسحاق بن منصور کہتے ہیں، میں نے امام احمدؒ سے قتادہ کے اس قول کا ذکر کیا۔ تو فرمایا۔ اس سے مراد وہ علم ہے۔ جس سے لوگ اپنے دین میں فائدہ اٹھاتے ہیں" میں نے کہا، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، طلاق وغیرہ، مسائل احکام کا علم؟ کہنے لگے "ہاں" اسحاق کہتے ہیں، اسحاق بن راہوؒ نے بھی امام احمد کی تصدیق کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر اپنے دین میں تفقہ حاصل کروں تو یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ کہ شام سے صبح تک پوری رات عبادت میں گزار دوں۔

ابن وہب کا بیان ہے کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا درس لے رہا تھا۔ کہ نماز کا وقت آگیا۔ میں نے کتابیں سمیٹیں اور اُٹھ کھڑا ہوا امام مالک تعجب سے پوچھنے لگے! یہ کیا؟ میں نے عرض کیا۔ نماز کے لئے جا رہا ہوں۔ فرمانے لگے۔ عجیب بات ہے، جس چیز کے لئے اُٹھے ہو، وہ اس سے افضل نہیں، جس کے لئے بیٹھے تھے" بشرطیکہ نیت درست ہو"

امام شافعی کا مقولہ ہے "طلب علم نماز نفل سے افضل ہے۔

سفیان ثوری کہا کرتے تھے۔ نیت نیک ہو، تو طلب علم سے افضل کوئی عمل نہیں"

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نکلو اور علم کا ایک باب بھی سیکھ لو۔ تو یہ تمہارے لئے سو رکعت نماز سے بہتر ہے"

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر چیز کا ستون ہوتا ہے۔ اور اس دین کا ستون علم ہے۔ تفقہ فی الدین سے بہتر خدا کی عبادت کسی اور طریقہ سے نہیں کی گئی۔ شیطان پر ایک اکیلا عالم، ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے قائم اللیل و صائم النہار ہزار عابدوں کی موت، حلال و حرام جاننے والے ایک دانا و بینا کی موت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔"

عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے جو کوئی علم کے بغیر عمل کرتا ہے، اس کا فساد، اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے۔

ایڈیٹر "پیام اسلام" کو صدمہ

حافظ طالب حق صاحب مدیر "پیام اسلام" و "پیام مشرق" کے والد محترم مورخہ ۸ رجنوری سنہ ۱۹۶۳ء سوموار اور منگل وار کی درمیانی شب۔ اس دنیائے فانی سے راہی ملک جاودانی ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ ادارہ اس غم میں حافظ صاحب محترم کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ ہم بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں۔ کہ مرحوم کو اللہ تعالےٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پسماندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائے

قارئین کرام سے بھی مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کی درخواست ہے (ادارہ)

بقیہ : روح کی غذا

ہے ۔ کہ دنیا کے کاروبار اللہ کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتے

حضرت سلیمان علیہ السلام بہت بڑے بادشاہ تھے ۔ آپؑ کو اللہ عزوجل نے جانوروں پر بھی حکومت دی تھی ۔ سلطنت کا وسیع کاروبار تھا ۔ اس کے باوجود اللہ سے ہمیشہ لو لگائے رہتے تھے یہ بادشاہت ان کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ بنا سکی ۔ تو جبھی ہم جو یہ کہتے ہیں ۔ کہ اللہ سے غافل نہ ہو ۔ جو احادیث آیات تمہیں سناتے سمجھاتے ہیں ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے ۔ کہ تم راہب بن جاؤ ۔ نہیں یہ مطلب نہیں ہے ۔ سب میں رہو ۔ مگر ان مصروفیتوں کے ہو کر نہ رہ جاؤ ۔ صرف اللہ کے ہو کر رہو ۔

میرے عزیزو! اگر میں ان احادیث وآیات کو سناتا رہوں ۔ جن میں اللہ کے ذکر کی فضیلت ہے ۔ تو نہ سنا سکوں بے انتہا ہے ذکر کی فضیلت ۔ آقائے نامدار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ میں تمہیں ایک عمل بتاؤں ۔ جو تمام اعمال سے بہتر ہے خدا تعالےٰ کے نزدیک زیادہ پاک تمہارے درجوں کو زیادہ بلند کرنے والا اللہ کی راہ میں سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر ہے ۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی افضل ہے ، ایسا جہاد جس میں تم دشمنوں کی گردنیں مارو ۔ اور وہ تمہاری گردنیں ماریں ۔ صحابہؓ نے عرض کیا ، فرمایئے! حضورؐ نے فرمایا ۔ اللہ کا ذکر

بھائیو! اللہ کی تمام صفات کا ذکر کرو ۔ اپنی عمر ضائع نہ کرو ۔ اللہ کی یاد میں جو وقت گزرے گا ۔ وہ بے کار اور ضائع نہیں ہوتا ۔ ذاکر کی مثال زندہ کی ہے ۔ اور غیر ذاکر کی مثال مردہ کی جو زندگی غفلت میں گزرتی ہے ۔ وہ مردہ ہے ۔ جو اللہ کی یاد میں گزرتی ہے وہی زندگی ہے ۔ یہی وقت ہے کمانے کا ۔ جب موت آئے گی تو وقت نہیں رہتا کمانے کا ۔ آج وقت ہے ۔ آج ہی اپنی زندگی میں توشہ کما لو ۔ سفر درپیش ہے ۔ تیاری کر لو ۔ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو ۔ صورت اور سیرت کو اس کی مرضی کے مطابق بناؤ — ڈاڑھیاں رکھو ۔ غیروں کی صورتیں نہ بناؤ دوسروں کی صورتیں نہ بناؤ ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اپنی صورت بناؤ ۔ یہ بڑی بے وقوفی ہے ۔ کہ غفلت میں رہو ۔ عمر بڑھتی نہیں گھٹتی ہے —

میرے بھائیو جاگو جاگو خدا سے ڈرو ۔ خدا کا ذکر کرو ۔ دھوکہ میں نہ رہو ۔ انسان دھوکہ میں ہے ۔ اس لئے وہ غفلت کرتا ہے ۔ حضور کے قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کرو ۔ ان کی صورت جیسی تھی ۔ ویسی بناؤ ۔ عاشق کو اپنے معشوق کی ہر چال پیاری ہوتی ہے تمہیں بچے سے پیار ہے تو اُس کا کپڑا بھی پیارا ہوتا ہے ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت بناؤ گے ۔ تو پیارے ہو جاؤ گے ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ تم میری فرماں برداری کرو گے ۔ تو خدا تم سے محبت کرنے لگے گا ۔ اور تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے ۔ محبت کی آنکھ کوئی عیب نہیں دیکھتی ۔ اگر تم اللہ کے بن گئے صورت اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنالی ۔ تو اللہ کے بن جاؤ گے اپنی عمر کے حصہ کو غنیمت سمجھو ۔ قرآن پاک جیسی کتاب کو غنیمت سمجھو ۔ عمر ضائع نہ کرو ۔ دن رات اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ کا ذکر کرو ۔ نیکوں کی صحبت اختیار کرو ۔ نافرمانوں کی صحبت سے بچو

آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید کی ہے ۔ بُری صحبت سے بچنے کی ۔ اس لئے یہ دیکھ لو ۔ کہ تم جس کی دوستی کرتے ہو ۔ صرف ان کی صحبت اختیار کرو ۔ جو اس کے تابع ہیں ۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

کر جا رہا ہوں ۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن مجید اور دوسرے اپنی سنت (حدیث شریف) جب تک تم ان دونوں پر قائم رہو گے ۔ دین و دنیا میں کامیاب رہو گے

چنانچہ اعمال کا ضابطہ ہے ۔ کتاب و سنت جو اس پر عمل پیرا ہوگا ، کامیاب ہوگا آخرت میں محترم ہوگا ۔ ورنہ خائب و خاسر ہوگا —

بزرگانِ محترم

اس حیات مستعار کو غنیمت سمجھو اس زندگی میں جو کچھ کر لو گے ۔ وہی کام آئے گا اگر یہاں سے خالی ہاتھ گئے اور اعمال حسنہ ساتھ نہ ہوئے — تو وہاں پچھتانا پڑے گا ۔ ذلت و خواری کا منہ دیکھنا ہوگا

اعمال ہی کام آئیں گے

ہم اور آپ کس شمار میں ہیں وہاں تو بڑوں بڑوں سے اعمال کی پرسش ہوگی ۔ کسی کی رشتہ داری کسی کی سفارش ، کسی کی وکالت کسی کی ضمانت وہاں کام نہ آئے گی

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا شَفَاعَۃٌ وَالْکٰفِرُوْنَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (پ ۳)

وہاں اعمال ہی کی پرسش ہوگی جس کے اعمال اچھے ہوں گے ۔ کامیاب ہوگا ۔ بچ جائے گا ۔ جس کے پاس یہ متاع نہ ہوگی ۔ وہ جہنم رسید ہوگا

بچوں کا صفحہ

ماں کی نافرمانی کی سزا

محمد افضل، بورسٹل جیل لاہور

بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک شخص حج کرنے کا بڑا خواہش مند تھا مگر اس کی والدہ زندہ تھی۔ اور جب کبھی ماں سے حج پر جانے کے لئے اجازت طلب کرتا تو وہ اجازت نہ دیتی اور کہتی کہ بیٹا تمہارے بغیر میرا کون ہے تو ہی میرا سہارا ہے۔ میں اب قریب مرگ ہوں۔ اگلے سال تک مر جاؤں گی تو پھر تم بلا روک ٹوک حج پر چلے جانا۔ چنانچہ وہ اپنا ارادہ ملتوی کرتا رہا۔ اور حج کے لئے نہ جاتا۔ ہر سال وہ جب والدہ سے حج کی اجازت مانگتا، تو اس سے پھر وہی پہلا جواب ملتا — غرضیکہ اسی طرح ہر سال تقریباً چھ سات برس تک فقط ماں کے کہنے سے اپنا ارادہ ملتوی کرتا رہا۔ آخرکار اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور وہ ماں کے کہنے کے باوجود حج کے لئے چل نکلا — لوگ اس وقت پیدل سفر کیا کرتے تھے اس لئے راستے میں کئی جگہوں پر قیام کرنا پڑتا۔ چنانچہ اس شخص کو بھی چلتے چلتے رات آئی تو وہ ایک مسجد میں شب بسری کے لئے ٹھہر گیا۔

اسی رات مسجد کے پڑوس میں ایک شخص کے ہاں چوری ہو گئی۔ گھر والے جاگ اٹھے اور چور کو پکڑنا چاہا۔ مگر چور مسجد کے راستے سے گذر کر فرار ہو گیا۔ لیکن جب تعاقب کرنے والے مسجد میں آئے تو انہوں نے اس اجنبی شخص ہی کو جو دراصل حج کے لئے جا رہا تھا چور سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ چوری کی پاداش میں اسے کوڑے اور جوتے مارنے کی سزا تجویز ہوئی۔ چنانچہ جب پولیس والے اسے جوتے مارتے تو کہتے کہ یہ چوری کی سزا ہے مگر وہ شخص خود اپنے منہ سے کہتا کہ نہیں "یہ ماں کی نافرمانی کی سزا ہے۔

میرے بھائیو! ہمیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے —— اور والدین کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کے سامنے چوں تک بھی نہیں کرنی چاہئے۔

دعا ہے کہ خدا تعالےٰ ہم سب کو والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق بخشے۔ آمین

•

حضرت صفیہ رضؓ

(ایک بہادر خاتون)

حضرت صفیہ رضؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور آپؐ کے چچا حضرت حمزہ رضؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ آپ نے غزوۂ اُحد میں شرکت کی، زخمیوں کو پانی پلاتیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی۔ اور انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا حضرت صفیہ رضؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو خیمے کی چوبیں اور برچھے مسلمانوں کے منہ پر مار مار کر ان کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ سینے پر تیر کھاؤ ورنہ ہم جنگ سے بھاگنے والوں کو ادھر نہیں آنے دیں گی آپ کے پیارے بھائی حضرت حمزہ رضؓ اس جنگ میں شہید ہو گئے۔

۵ھ ہجری میں جب جنگ خندق ہوئی تو اس وقت مائی صفیہ رضؓ کی عمر اٹھاون (۵۸) سال تھی۔ حضور اکرمؐ نے تمام مستورات کو ایک قلعہ میں بند فرما دیا اور حضرت حسان بن ثابت رضؓ کو قلعے کا محافظ مقرر فرما دیا۔ یہودی اندرونی طور پر مسلمانوں کے دشمن تھے۔ انہوں نے یہ موقعہ غنیمت جانا اور ان کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک یہودی حالات معلوم کرنے کے لئے قلعہ تک جا پہنچا۔

حضرت صفیہ رضؓ نے کہیں سے اس یہودی کو دیکھ لیا۔ اور حضرت حسان رضؓ سے فرمایا کہ یہ یہودی موقعہ دیکھنے کے لئے آیا ہے تم قلعہ سے باہر نکل کر اس کو قتل کر دو۔ حضرت حسان رضؓ بہت ضعیف تھے۔ اور بوجہ ضعف انہیں ہمت نہ ہوئی تو اس پر آپ نے خود خیمے کا ایک کھونٹا لیا اور باہر نکل کر یہودی کا سر کچل دیا۔ اور پھر حضرت حسان رضؓ سے فرمایا کہ نامحرم مرد ہونے کی وجہ سے میں نے اس کے کپڑے اور سر نہیں اتارا تم جا کر اس کے سب کپڑے اتار لاؤ۔ اور اس کا سر بھی قلم کر لاؤ۔ مگر وہ یہ ہمت بھی نہ کر سکے۔ چنانچہ آپ دوبارہ جا کر اس کا سر کاٹ لائیں اور یہود کے مجمع میں پھینک دیا۔ یہودیوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی کچھ فوج ادھر بھی متعین ہے اس لئے انہیں حملہ کرنے کی جرأت ہی نہ ہو سکی۔

•

اللہ والے

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا۔ وہ ہمیشہ آپ کو تنگ کرتا۔ مگر آپ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے اور سختی کا جواب نرمی سے دیتے۔

اتفاقاً وہ کسی جرم میں پکڑا گیا۔ جب آپ کو پتہ چلا تو عدالت میں خود جا کر اُسے ضمانت پر چھڑا لائے۔ اور اس طرح اسے احسان سے جکڑا کہ وہ ہمیشہ کا گرویدہ ہو گیا۔

طارق محمود
بورسٹل جیل لاہور

خدام الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر
عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۷ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۴۸۱-۲۷۳۰ T.B.C مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

شیخ التفسیرؒ نمبر

ادارۂ خدام الدین نے رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے دن شیخ التفسیر قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علیؒ کی یاد میں ایک شاندار نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ نمبر اپنی صوری اور معنوی خوبیوں کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہوگا۔

علماء کرام، صوفیائے عظام، اصحاب قلم حضرات اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین سے مضامین ارسال کرنے کی درخواست ہے۔

مضامین

۱۰ رمضان المبارک تک خدام الدین کے دفتر میں پہنچ جانے چاہئیں۔

(ایڈیٹر)

نیوز پرنٹنگ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر و پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔